ماھنامہ

المُرشِد

اللہ
رسول
محمد

قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہ فصلّٰی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (الحدیث)

جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر الٰہی نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ (الحدیث)

جس طرح اس کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے، اسے پانے کے لئے آپ کا مطلب
بھی صاف ستھرا ہونا چاہئے کہ تجھے پانے کو آیا ہوں اسے توحید مطلب کہتے ہیں

امیر محمد اکرم اعوان

جولائی 2010ء

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

جولائی 2010ء رجب المرجب/شعبان
جلد نمبر 31 | شمارہ نمبر 11
مدیر محمد اجمل
سرکولیشن مینجر : رانا جاوید احمد
قیمت فی شمارہ 25 روپے
PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
توحید مطلب (اجتماع جون 10-6-6)	امیر محمد اکرم اعوان	7
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	ابوالاحمدین	13
علم غیب خاصہ خداوندی ہے	امیر محمد اکرم اعوان	17
سوال وجواب	امیر محمد اکرم اعوان	35
دعوت الی اللہ کی حکمتیں	عبدالرزاق صاحب	40
ذکر قلبی دوعالم کی سب سے بڑی نعمت	امیر محمد اکرم اعوان	42
حکیم دی ڈریم	خالد مسعود خان	47
ANNUNCIATION AND THE ETTIQUTTES OF MESSENGERSHIP		53
HAYAT-E TAYYEBAH- Chapter -5		56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فاریسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ منارہ ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: daraulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

قیام امن کی تدبیر اور شہادت کی اہمیت

جب بات حقوق کی ہے تو ذاتی طور پر ہو یا خانگی طور پر، برادری اور قبیلے کی سطح پر ہو یا قوم و ملک کی سطح پر حقدار تک اسکے حقوق پہنچانے کے لئے امن شرط ہے۔ بدامنی میں یہ سب کام ممکن ہی نہیں اور قیام امن کے لئے انصاف ضروری ٹھہرا۔ اگر انصاف نہیں ہوگا تو مظلوم بھی اپنا غبار کسی نہ کسی راستے نکالیں گے جو یقیناً درست راستہ نہ ہوگا۔ جس کے نتیجے میں بدامنی بھی ہوگی اور حقوق بھی مارے جائیں گے۔ اب انصاف کی بنیاد شہادت پر ہے کہ گواہ حق اور کھری بات بیان کردے اور یہ قیام امن اور حقوق کی حفاظت اسلام کا اصل مقصد ہے کہ اللہ کی زمین یہ جو اس قدر خوبصورت آرام دہ اور خدمت گزار بنائی گئی ہے۔ فتنہ وفساد بپا کر کے اللہ کے بندوں کا سکون نہ چھینا جائے۔ بلکہ انسانی حقوق تو اللہ اور اسلام نے کافر سے بھی نہیں چھینے۔ حتیٰ کہ فقہی احکام میں بھی مطلق انسان کا بچا ہوا پانی وغیرہ جو اس نے پی کر بچایا ہو پاک ہے۔ خواہ وہ کافر بھی ہو۔ انسان تو ہے اور قیام امن کی کوشش ہر مسلمان پر فرض ہے جہاں تک اس کا اختیار ہو زبان سے روکے یا ہاتھ سے روک سکے تو روکے یا کم از کم بُری مجالس سے علیحدہ ہو جائے لیکن سب سے موثر کوشش وہ شہادت اور گواہی ہے جو ہم کسی امر پہ دیتے ہیں۔ عدالت میں دیں، مفتی کے روبرو دیں یا معاشرے میں عوام کے روبرو آئندہ کے فیصلے بہت حد تک اس پر منحصر ہوتے ہیں اور یہی انصاف کو بنیاد فراہم کرتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات عدالت مجبور ہو جاتی ہے کہ شہادتوں کے مطابق جو فیصلہ اُسے کرنا پڑتا ہے وہ خود جج کی اپنی مرضی کے مطابق نہیں ہوتا اب اگر شہادت ہی درست نہ ہوگی تو انصاف کی بنیاد گئی۔ انصاف نہیں ہوگا۔

اللہ
رسول
محمد

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

مخلوقات تمام کی تمام، سبھی جن وانس، اگر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائیں تو اس کی شان جلالت میں ذرہ بھر اضافہ نہیں ہوسکتا اور اگر عبادت چھوڑ دیں تو سرمو کمی نہیں آ سکتی۔ اس رب جلیل نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی شان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رفعتوں سے ہمکنار کردیا وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ اب کوئی گستاخ کعب بن اشرف شہر مدینہ کا یہودی ہو، ڈنمارک، سویڈن یا سویٹزرلینڈ کا ہو، شہر مکہ کی ہجو کہنے والیاں ہوں جنہیں کعبۃ اللہ کے پردے بھی پناہ نہ دے سکے یا امریکہ کی کارٹونسٹ مولی نورس ہو، شانِ رسالت ﷺ میں ذرہ برابر فرق نہیں آ سکتا۔ توہین تو اس وقت ہوسکتی ہے جب یہ وار اثر بھی رکھتا ہو لیکن یہ گستاخانہ دیدہ دہنی وہ بیک فائر ہے جس کا نشانہ خود گولی چلانے والا بن جاتا ہے۔ اس عالی جناب ﷺ میں گستاخی کا مجرم نہ صرف اس دنیا میں فوری سزائے موت کا مستحق ہوتا ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی اس کی سزا ختم نہیں ہوتی۔

یہ حقیقت ان گستاخوں کو بھی معلوم ہے کہ ان کوششوں سے اس ماہِ منیر ﷺ کی چمک دمک میں کمی نہیں آ سکتی لیکن وقفے وقفے سے یہ ہذیان کس لئے؟ مسجدوں کے مینار ان کی دنیائے تخیل میں میزائل کیوں نظر آتے ہیں؟ دیارِ کفر میں حجاب پر پابندی کیوں؟ یہ ہیجانی طرزِ عمل ان کے ذہنوں پر منڈلاتے ہوئے کس خوف کا آئینہ دار ہے؟ 9/11 کے بعد مغرب میں ترویج اسلام میں اس قدر تیزی آئی کہ آج اہل مغرب کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ امت مرحومہ کے عروج وزوال کا گراف پستیوں کے بعد اب پھر اٹھان کی سمت اختیار کر چکا ہے۔ آنے والے وقت کی دھندلی سی تصویر اگر کوئی نہیں دیکھ رہا تو یہ خوابیدہ مسلمان ہے۔

یہ درست ہے کہ امت مسلمہ تاحال بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کے جرم پر فی الفور سزا نافذ کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ یہ درست ہے کہ ان جسارتوں پر اکثر اسلامی ممالک لاتعلق نظر آئے جبکہ خال خال حکومتوں نے اس وقت سجدہ سہو ادا کیا جب عوام کا نالہ وفغاں ان کے خوابِ غفلت میں مخل ہوا لیکن یورپ کی ہر ایسی حرکت سے امت مسلمہ کی بیداری کا عمل بھی جاری ہے۔ جاگنے والوں کو حضرت امیر المکرم "آنے والے دور کی دھندلی سی تصویر" بھی دکھا رہے ہیں (ملاحظہ ہو المرشد، مارچ 2010)۔ مغرب تو اس تصویر کو دیکھ کر حواس باختہ ہو چکا ہے لیکن کیا ہمارے فکر وعمل پر بھی کوئی اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل

کون سی ایسی بات ہوئی ہے
سوچ سمندر۔

متاعِ فقیر	آس جزیرہ	دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

اس بارے میں سید ضمیر جعفری لکھتے ہیں:

"نثر کے علاوہ آپ نے گاہے گاہے شعر میں اپنے افکار کا اظہار کیا ہے، زیرِ نظر کتاب ان کی شاعری کا اوّلین مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ پر چند تعریفی سطور لکھنا میرے لئے باعث سعادت ہے۔ یہ شعری ثمرات، نعت، غزل، قطعات جیسی اصناف سخن پر محیط ہے اور بنیادی طور پر یہ تخلیقات ایک اہل دل کے سوز و گداز کی مظہر ہیں۔ سب سے بڑی متاع فکر عشق رسول ﷺ ہے۔ ادبی حوالے سے ایک اور قابل ذکر پہلو دردمندانہ پیرایۂ اظہار کے پہلو بہ پہلو شوخ مگر بلیغ طنز کی وہ چمکیلی دھاری ہے جو ان کے قطعات میں سیاسی اور معاشرتی موضوعات پر ہلکے پھلکے تبصروں کی صورت میں اُبھرتی چلی گئی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ بامقصد شاعری کا مطالعہ دل و نگاہ کی بالیدگی اور آسودگی کا باعث ہوگا۔"

نعت

سمندِ شوق میرِ کارواں ہے
یہ عاصی پھر تیرے در کو رواں ہے

بدن گر ناتواں بھی ہے تو کیا غم
میرا ذوقِ زیارت تو جواں ہے

ہوئی طاعت مقدم قربتوں سے
محبت کا انوکھا امتحان ہے

فضا روشن ہے جس کی نغمگی سے
تیری مسجد کی آواز اذاں ہے

تیری ناقے کی راہیں میرے آقا
زمین کی خوبصورت کہکشاں ہے

فنائے تام ہو میرا مقدر
تیرا در میری منزل کا نشاں ہے

زمین کب تھی تیرے مسکن کے قابل
یہ ٹکڑا ارضِ جنت بے گماں ہے

نہیں روشن جو تیری یاد سے دل
وہ پتھر ہے جو سینے میں نہاں ہے

بنایا شیخ نے سیماب کو کیا
محبت کا تیری سیل رواں ہے

اقوالِ شیخ

لطائف منور ہو جائیں تو گناہ سے تنفر پیدا ہو جاتا ہے اور نیکی سے ایک مسرت کی لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے یہ ہی اصل پہچان ہے۔

مراقبات برزخ کا سکہ ہیں۔ جس ملک میں آپ جاتے ہیں اس ملک کے سکے کا جو استعمال اس ملک میں ہوتا ہے وہی اثر مراقبات کا برزخ میں ہوگا۔

شیخ کی صحبت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ شیخ سے براہِ راست توجہ حاصل کر کے ذکر کرنا نصیب ہو جائے۔ اگر اتنی فرصت بھی نہ ملے تو دیکھنا، ملنا اور چند لمحے وہاں (جہاں ذکر ہوتا ہے) بیٹھنا نصیب ہو جائے تو بھی بڑی حد تک پیاس بجھ جاتی ہے جبکہ شیخ کی مجالس بھی عجیب ہوتی ہیں، یہاں دلوں کی دلوں سے باتیں ہوتی ہیں۔

اطاعت، ادب اور عقیدت یہ تین دھارے مل کر مومن کے ایمان کو سیراب کرتے ہیں اور ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں۔

سالک کے دل میں جتنا شیخ کے ساتھ خلوص ہوتا ہے، اللہ کریم شیخ کے دل سے اتنے انوارات اس کے دل میں بغیر اسے پتہ چلے انڈیل دیتا ہے یہ رابطہ از خود قائم رہتا ہے۔

لفظ فیض اصطلاح تصوف میں مختص ہو گیا ہے۔ قلبی کیفیات کے لئے، باطنی برکات کیلئے، اس حالت کے لئے جس سے دل میں مثبت تبدیلی آنی شروع ہو جائے۔

دوام توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کثرت ذکر سے دوام توجہ نصیب ہو جاتی ہے یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو کسی بھی کام کو مسلسل کرنے والے کو نصیب ہو جاتی ہے۔

جب ذکر قلب میں جگہ پکڑ جاتا ہے تو بندے کا اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا دائمی بن جاتا ہے، اگرچہ زبان بند رہے۔ (شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔

پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

توحیدِ مطلب

امیر محمد اکرم اعوان

ماہانہ اجتماع بیان: 6 جون 2010ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ (سورۃ الشوریٰ)

وَقَالَ اللہ تبارک وَ تعالیٰ

وَ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ؕ (سورۃ العنکبوت)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ راستہ دکھا دیتا ہے یا ہدایت عطا فرما دیتا ہے، ان لوگوں کو جو صمیم قلب سے وصال الٰہی کا ارادہ کرتے ہیں، اس کی رضا کو پانے کے لئے، اس کی تجلیات کو پانے کے لئے، اس کی ذات کے ساتھ واصل ہونے کے لئے، خلوص دل سے طے کر لیتے ہیں کہ مجھے یہ حاصل کرنا ہے۔ تصوف و سلوک کی بنیاد اس ارادے پر ہے، یوں تو سارے دین کا مدار ہی اسی پر ہے ایمان کے لئے کوئی بیعت کرتا ہے ارادہ کرتا ہے عمل کے لئے ارادہ کرتا ہے تو اللہ عمل کی توفیق دے دیتا ہے۔ لیکن تصوف و سلوک کا جو شعبہ ہے اس کا تعلق کیفیات سے ہے۔ قلبی واردات سے ہے یہ الفاظ کا گورکھ دھندہ نہیں ہے۔ کتابی اسباق نہیں ہیں کہ کوئی یاد کرے یہ تو محسوسات ہیں، کیفیات ہیں جو دلوں سے دلوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ بہت نازک معاملہ ہے بہت لطیف معاملہ ہے اس میں پہلی بات یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگ ہمیشہ گنتی کے ہوتے ہیں جو یہ کیفیات آگے منتقل بھی کر سکیں۔ آپ نے دیکھا کتنے لوگ پڑھتے ہیں، کتنے بچے پڑھ جاتے ہیں لیکن ان میں قابل ٹیچر یا پروفیسر تھوڑے بنتے ہیں۔ ہر کوئی پڑھ سکتا ہے آگے پڑھا نہیں سکتا۔ لوگ علم سیکھ جاتے ہیں عالم ہو جاتے ہیں احکام کے مصالح، مصادر ان کے فوائد سب سے آگاہ ہو جاتے ہیں لیکن سب لوگ دوسروں کو بتانے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ بہت سے پڑھے لکھوں میں سے چند علماء ہوتے ہیں جو اصلاح کا کام کرتے ہیں دوسروں کو بتانے کی استعداد رکھتے ہیں دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں جاننا اور شے ہے اور دوسرے کو جاننا سکھا دینا اور شے ہے۔ یہ بہت ہی نازک معاملہ ہے اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگ کامیاب نہیں نایاب ہوتے ہیں جو کیفیات قلبی دوسرے قلوب میں انڈیلنے کا فن جانتے ہوں۔ وہ کیفیات جن کا تعلق ذات پیغمبر ﷺ سے ہو وہ کیفیات جو صحابہ کرامؓ نے حاصل کیں، تابعین نے حاصل کیں، تبع تابعین نے حاصل کیں اور پندرہ صدیوں پر محیط اُمت کے بڑے بڑے مجاہد اور نامور صوفیا جو علم ظاہر میں بھی کامل تھے اور باطنی کمالات میں بھی۔ ''ہمہ شیرانِ جہاں بستہ ایں سلسلہ اند'' کہ جو بھی

آپ کو چوٹی کا نام ملے گا وہ اس زنجیر کا قیدی ہوگا تو یہ اتنی قیمتی دولت ہے کہ پندرہ صدیاں بعد دل میں وہ انوارات پیدا کردے جو پیغمبر ﷺ کے قلب مبارک سے تقسیم ہوتے ہیں۔ پندرہ صدیوں کو لپیٹ کر ایک طرف کر دینا کوئی معمولی بات نہیں، میں عرض کر رہا تھا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے کامیاب ہوتے ہیں، ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں، وظیفہ بتانے والے مل جاتے ہیں۔ نیک، مخلص، اصلاح کرنے والے الحمدللہ دنیا میں موجود ہیں جو محض اللہ کی رضا کے لئے ساری عمر لوگوں کی اصلاح کے کام میں لگے رہتے ہیں۔ قرآن، تفسیر، فقہ پڑھانے والے الحمدللہ موجود ہیں اور اللہ ہمیشہ انہیں قائم رکھے گا۔ قیام قیامت تک یہ نظام چلتا رہے گا۔ اللہ اپنے بندوں پر کرم فرماتا رہے گا۔ جس سے راضی ہوتا ہے اسے اس کام میں لگا دیتا ہے، لیکن تصوف یہ اتنا نازک معاملہ ہے کہ آپ اگر چاہیں تو پھر کر دیکھیں میں نہیں سمجھتا کہ کہیں پاکستان میں کوئی آپ کو لطائف بھی کرا سکے گا یا کسی کو ابتدائی مراقبات کی خبر ہو۔ اوّل تو بہت کم ہیں اگر ہیں تو اپنے گزارے کیلئے ہی ہیں۔ کسی کے پاس مراقبات ثلاثہ ہیں تو کیا ہوا لیکن اتنی استعداد میں نے کہیں نہیں دیکھی کہ ہر آنے والے کو عطا ہو۔

یہ صوفیاء کا طریق رہا ہے، ہر آنے والے کو عقیدے کی اصلاح، عمل کی اصلاح، عمل کرنے کا حکم دیتے تھے لیکن یہ کیفیات قلبی لاکھوں میں سے دو چار یا چند لوگوں کو عطا فرماتے تھے اس لئے کہ بنیادی طور پر ہر کسی کا ارادہ ہی اتنا مضبوط نہیں ہوتا کہ وہ یہ چیز حاصل کر سکے لوگ اس کے گاہک ہی نہیں ہوتے وہ کون سا دکاندار ہے جس سے آپ کوئی اور چیز خریدیں تو وہ دوسری بھی دے دے آپ دال خریدیں تو کیا وہ آپ کو چینی بھی ساتھ دے دیتا ہے؟ ایسا کبھی ہو سکتا ہے جس چیز کے گاہک ہوں گے وہی ملے گی۔ اکثریت جو ہوتی ہے وہ ان کیفیات کی طالب نہیں ہوتی۔ آنے والے میل ملاقات میں لگے رہتے ہیں آئے بیٹھے اور چلو، اللہ اللہ کر لی۔ اللہ کریم کا اپنا نظام ہے ہر عہد کی ضروریات ہیں۔ اب تو شاید لوگوں کو اس چیز کی زیادہ ضرورت ہوگی کہ اللہ کریم نے یہ دروازہ کھول دیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا سبب بنا دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہانگ دہل اعلان کر دیا ہر آنے والے کو اسی نسبت میں پرو دیا۔ ہر آنے والے کو لطائف اور اذکار پر لگا دیا۔ ابتداء میں ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب دو تین چار ساتھی ہوتے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اصلاح فرماتے تھے اصلاحی تقریریں بھی فرماتے تھے مناظرے بھی کرتے تھے۔ پھر رسالے اور کتابیں بھی لکھتے تھے یعنی تبلیغ کا ہر انداز اپناتے تھے لیکن کیفیات کے معاملے کی کسی کو خبر نہیں ہونے دیتے تھے اور کسی کو حلقہ ذکر میں نہیں لیتے تھے۔ تین چار لوگ ہوتے تھے پھر من جانب اللہ ایسا وقت آیا کہ یہ دروازہ ہر ایک کے لئے کھول دیا گیا پھر بھی یہ شرط ہوتی تھی کہ بیعت اسی کی ہوگی جسے فنافی الرسول نصیب ہوگی اور بارگاہِ رسالت میں بیٹھ کر غالباً 70 کی دہائی کے آخر میں یا 80 کے شروع میں بیعت ظاہری شروع ہوئی۔ وقت کے ساتھ، حالات کے ساتھ، حالات ایسے ہو گئے تھے کہ مشائخ نے فرمایا کہ اب لوگ جاہلوں کے اور بدعتیوں کے ہاں مرید ہو جاتے ہیں اور پھر ساری عمر برائی میں بسر کر دیتے ہیں لہٰذا بیعت ظاہری بھی ہو تو ہم لوگ جو 1959-1960 سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ذکر میں تھے ہم نے بھی بیعت ظاہری وہی 1979-1980 میں کی، تو اب حیرت ہوتی ہے بڑا عجیب لگتا ہے جب متقدمین صوفیاء کے حالات ہم دیکھتے ہیں اور جب آپ لوگوں پر نظر پڑتی ہے کہ یہ تو اتنے لوگ کیفیات قلبی کے طالب ہیں جو علماء حضرات بیٹھے ہیں جو صوفیا کے حالات، متقدمین کے حالات پڑھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ظاہری اصلاح کے طالب، دعائیں کروانے والے، مصیبتوں کے مارے ہوئے، بیماری سے نجات

کے لئے، کاروبار کے لئے، دنیاوی مصیبتوں کے لئے، دعائیں کروانے والوں کا جھمگٹا تو شاید لاکھوں کا ہوتا تھا، لیکن کیفیات قلبی کے طالب اور اتنی تعداد میں تاریخ تصوف میں نہیں ملتے۔ اللہ کریم کی مرضی وہ رب العالمین ہے اس کی ربوبیت کا تقاضا یہ ہے، اس کی شانِ ربوبیت کا تقاضا ہے کہ ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت ہر جگہ پوری فرمائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب لوگوں کی یہ ضرورت بن گئی ہے کہ اگر یہ ذکر قلبی نہ ہو تو اس دور میں ایمانیات کا بچانا بھی مشکل ہے۔ عقائد و نظریات کا بچانا مشکل ہے میں اگلے دن ٹی وی پر اسی موضوع پر بحث سن رہا تھا ہمارے برائے نام دانشور بحث کر رہے تھے۔ ان کی تقریروں سے اور ان کی شعلہ بیانیوں سے جو نتیجہ نکلا وہ یہ تھا کہ متقدمین تو گویا معاذ اللہ بیوقوف سے لوگ تھے۔ ان کی دانش واضح نہیں تھی، دنیاوی امور میں بھی وہ سوکھی دال روٹی پہ گزارہ کر گئے سادہ سادہ احکام تھے ان پر عمل کرتے رہے اب تو لوگ بڑے دانشور ہیں اور دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے اور چیزیں بدل گئی ہیں اور اب تو ہمیں اسلام کو بھی انہوں نے انگریزی کا ایک لفظ استعمال کیا (Groom) گروم کر کے، گروم کا مطلب ہوتا ہے چھیل چھال کے، گھڑ کر تو اسلام کو بھی ہمیں گروم کر کے حالات حاضرہ کے ساتھ کرنا ہے۔ یہ تو ہمارے دانشوروں کا حال ہے یہ تو قبر میں جب جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ بیوقوف کون ہے اور دانشور کون ہے!

دین برحق کی بنیاد یہ ہے کہ بعثت آقائے نامدار سے تکمیل نبوت ہوگئی جو ختم نبوت کے نام سے کہی جاتی ہے اس کی زیادہ سمجھ آتی ہے اگر اسے تکمیل نبوت کہا جائے۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ نبوت ایک عالیشان عمارت ہے۔ کوئی اسے دیکھتا ہے اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے تو وہ حیران ہوتا ہے کہ اتنی عالیشان عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی کیوں ہے؟ تو فرمایا: میں ﷺ وہ اینٹ ہوں جو اس میں لگا دی گئی اور نبوت مکمل ہوگئی۔ تکمیل نبوت ہوگئی۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ جو دین حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا ہے وہ ساری انسانیت کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اب یہ کہنا کہ اسے چھیل چھال کر ہم حالات حاضرہ کے مطابق کریں گے یہ تو صریح کفر ہے اور یہ سمجھنا کہ متقدمین تو سادہ تھے یعنی یہ بڑے ادب سے کہتے ہیں کہ سادہ تھے لیکن مقصود وہی ہوتا ہے۔

حالانکہ وہ باکمال لوگ تھے کہ جو قدم زمین پر رکھتے تھے اور چاپ جنت میں سنی جاتی تھی۔ حدیث معراج میں ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میں نے بلالؓ کے قدموں کی چاپ سنی جنت میں حالانکہ وہ تو زمین پر چل رہے تھے یعنی وہ ایسے لوگ تھے کہ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے جنت میں جی رہے تھے۔ آج کے دانشور کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے لیکن کیا بدل گیا ہے؟ کیا پہلے لوگوں کو بھوک لگتی تھی اب نہیں لگتی؟ کیا پہلے لوگوں کو نیند آتی تھی اب نہیں آتی؟ کیا پہلے لوگوں کو وسائل دنیا اور اسباب دنیا اختیار کرنے پڑتے تھے اب نہیں کرنے پڑتے؟ کیا بدلا ہے؟ کیا پہلے اور طرح انسان پیدا ہوتے تھے اب کسی اور طریقے سے پیدا ہونا شروع ہوگئے ہیں؟ پہلے لوگ اپنی عمر پوری کر کے مر جاتے تھے آج نہیں مرتے؟ پہلے بیمار ہوتے تھے اب نہیں ہوتے؟ تو کیا بدل گیا ہے؟ کچھ نہیں بدلا۔ صرف ضروریات کو پورا کرنے کے طریقے بدل گئے ہیں۔ پہلے سادہ روٹی کھا لیتے تھے اب اسی آٹے سے کیک بنا لیتے ہیں لیکن نہ انسان بدلا ہے نہ اس کی ضرورتیں بدلی ہیں۔ پہلے گرمی سردی لگتی تھی اب بھی لگتی ہے جو کچھ روز اول تھا وہی آج بھی ہے۔ ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے پہلے لباس کو اور طرح سے سی لیتے تھے اب اور طرح سے سی لیتے ہیں، لیکن لباس کی ضرورت اپنی جگہ موجود ہے۔ گرمیوں میں گرمیوں کا لباس چاہیے سردیوں میں سردیوں کا۔ وہ ضرورت اپنی جگہ موجود ہے یعنی جو چیزیں بنیاد تھیں وہ آج بھی وہی ہیں قیامت تک وہی رہیں گی۔ ضروریات پوری کرنے کے وسائل بدلے تو اس

کے لئے دینی احکام میں تبدیلی کیا معنی؟

یہ بہت خوش نصیبی کی بات ہے کہ اللہ کریم اس نعمت غیر مترقبہ سے واقف کردے ایسے لوگوں سے ملادے۔ قرآن کریم میں اللہ کریم کا ارشاد موجود ہے: وَ یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ اور وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ جو اللہ کی رضا کو پانے کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں اللہ فرماتے ہیں کہ جَاهَدُوْا فِیْنَا جو میرے لئے، مجھے پانے کے لئے سر توڑ کوشش کرتے ہیں، جَاهَدُوْا فِیْنَا میں فِیْنَا کا مشارٌ الیہ ذات باری ہے وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا جو مجھے پانے کے لئے میری رضا پانے کے لئے میرا قرب حاصل کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کرتے ہیں لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ہم انہیں راستے دکھا دیتے ہیں، ان کے لئے راستے واضح کر دیتے ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کریم اس طرح راستے واضح کرتا ہے کہ انہیں ایسے لوگوں کے پاس پہنچا دیتا ہے جو اس فن سے واقف ہوتے ہیں۔ اللہ اللہ کرنے والوں کے ساتھ، ذاکرین کے ساتھ بیٹھا دیتا ہے واصل باللہ لوگوں کی مجلس میں اللہ کریم پہنچادیتے ہیں اور وہ اپنی مراد حاصل کر لیتے ہیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اس کے لئے بنیاد ارادہ ہے وَ یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ۔ انابت ہوتی ہے خلوص دل سے تہہ دل سے ایک ارادہ کر لینا کہ مجھے یہ کام کرنا ہے اور وہ اللہ کی رضا ہو۔ حصول رضائے الٰہی، حصول وصال الٰہی کا مصمم ارادہ ہو اور دل کو گہرائی سے ہو تو وہ انابت کہلاتی ہے اس کے بعد باری آجاتی ہے مجاہدے کی وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا جو لوگ بہت محنت کرتے ہیں اور سارا مجاہدہ خالص اللہ کو پانے کے لئے کرتے ہیں۔ فرمایا: جَاهَدُوْا فِیْنَا۔ وہ مجاہدہ میری ذات کے لئے کرتے ہیں، اس کے سوا ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا، وہ دولت نہیں چاہتے، ملازمت نہیں چاہتے، کسی بیماری سے جان چھڑانے کے لئے نہیں بلکہ انہیں کوئی اور غرض نہیں ہوتی صرف مجھے چاہتے ہیں۔ وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا وہ لوگ جو مجھے چاہتے ہیں اور اس کے لئے محنت کرتے ہیں مجاہدہ کرتے ہیں ذکر کرتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں، مراقبات کرتے ہیں، رات دن ایک کر دیتے ہیں غرض کیا ہوتی ہے مجھے پانا چاہتے ہیں۔ میری رضا چاہتے ہیں، میرے جمال سے دل کو روشن کرنا چاہتے ہیں۔ لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ہم ان پر اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔ سو میرے بھائی اس کی بنیاد ارادے پر ہے اور اس کا حصول مجاہدے کے ساتھ ہے یوں تو یہ لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ کچھ فرشتے اللہ کریم نے پیدا کئے ہیں جو دنیا میں فضاء آسمانی میں پھرتے رہتے ہیں۔ کہیں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور پھر جہاں ذکر ہو رہا ہو تو وہ پھر دوسروں کو بھی بتاتے ہیں کہ یہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہے تو وہ وہاں جمع ہوتے جاتے ہیں ارد گرد جمع ہوتے جاتے ہیں، ہر پیچھے آنے والا اگلے کے کندھے سے سر نکال لیتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کے ارشاد میں ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اگر ذکر مسلسل ہوتا رہتا ہے تو ان کے سر آسمانوں سے جا ٹکراتے ہیں۔ جب ذکر ختم ہوتا ہے تو وہ آسمانوں پہ جاتے ہیں تو اللہ کریم کی طرف سے استفسار ہوتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے سب کچھ وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ تیرے بندے تیرا ذکر کر رہے تھے اور ہم وہاں تھے ارشاد ہوتا ہے تم گواہ رہو میں نے ان سب کو بخش دیا تو کوئی فرشتہ ان میں سے عرض کرتا ہے یا اللہ ذکر والے تو آپ نے بخش دیئے لیکن ان میں ایک بندہ جو بیٹھا تھا اسے ان ذاکرین میں سے کسی سے کوئی دنیوی کام تھا اس کی غرض سے آیا تو وہ ذکر کر رہے تھے اسے مجبوراً بیٹھنا پڑ گیا کہ یہ فارغ ہوں تو میں بات کروں تو ارشاد ہوتا ہے میں نے کوئی تخصیص نہیں کی۔ جو بھی وہاں موجود تھا میں نے سب کو بخش دیا۔ پھر آگے حدیث کے الفاظ ہیں **ھم الجلساء لایشقیٰ بھم جلیسھم** (متفق علیہ) یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا

بھی بد بخت نہیں رہتا۔ یعنی وہ ذکر کے لئے نہیں آیا تھا لیکن بخشش تو پا گیا۔ ھم الجلساء لا یشقیٰ بھم جلیسھم او کماقال رسول اللہ ﷺ۔ بخشا جانا ایک اور بات ہے وہ رحیم ہے، وہ کریم ہے، وہ غفور ہے، ایک بندہ راستے سے ایک پتھر ہٹا دیتا ہے اسی پہ اسے نجات دے دیتا ہے ایک بندہ زندگی بھر میں کسی کے پاؤں سے کانٹا نکال دیتا ہے وہ پسند کرتا ہے، اس پر اس کو نجات دے دیتا ہے۔ ایک بندہ کسی پیاسے کو پانی کا ایک گھونٹ دے دیتا ہے تو اس کی نجات کر دیتا ہے۔ بخشا جانا تو اس کا کرم ہے بندے کا تو کمال نہیں ہے۔ یہ تو اس کے کرم کی بات ہے کہ کوئی ذرا سی بات پسند آ گئی حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ زندگی بھر کی ایک تسبیح سبحان اللہ یا الحمدللہ کہنا قبول ہو گیا تو اس کی نجات ہو جائے گی سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے وہ اس کی بخشش ہے لیکن اس کی بخشش کو پانا اور بات ہے اور اس کو پانا اور بات ہے۔ حضرت سلطان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ اگر اللہ کریم آپ سے پوچھیں تو شیخ آپ کیا عرض کریں گے کہ کہاں جانا چاہیے۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن سے اللہ کریم پوچھ لیں گے کہ تمہیں کیا پسند ہے کہاں جانا چاہتے ہو تو آپ کیا پسند فرمائیں گے کہ جنت کا کون سا حصہ آپ کو زیادہ مرغوب ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر اللہ مجھ پر یہ کرم فرمائے اور مجھ سے پوچھ لے تو بڑی بات ہے تو میں عرض کروں گا کہ مجھے جہنم کے نچلے درجے میں بھیج دے تو انہوں نے عرض کیا حضرت اللہ تو جہنم سے پناہ مانگنے کا حکم دیتا ہے، نبی کریم ﷺ نے تو جہنم سے پناہ مانگنے کی ترغیب دی ہے انہوں نے فرمایا ایک دفعہ اللہ ہو کہوں گا تو ساری جہنم پاش پاش ہو جائے گی میں کہوں گا مجھے وہاں بھیج دے ساری مخلوق کی جان ہی چھوٹ جائے گی اب نجات پانا اور بات ہے اور یہ کیفیت اور یہ تعلق اور قسم کی بات ہے۔ یہ ہے اس کو پانے والوں کی بات میاں اگر ایک سوکھے درخت سے تجلیات باری ہویدا ہو کر موسیٰ سے کہہ سکتی ہیں اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (سورۃ طٰہٰ آیت 12) میں تیرا پروردگار ہوں۔ تو قلب مومن میں وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں یہاں بستا ہوں۔ وہ چاہے تو اس جھاڑی اور اس درخت کو اس سے سرفراز کر دے۔ ارشاد پاک ہے حدیث قدسی ہے: مجھے نہ زمین سما سکتی ہے نہ آسمان لیکن بندۂ مومن کا دل میرا گھر ہے یہ ارض و سماء میری ذات کو نہیں سما سکتے۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا۔ الحمدللہ خوشی بھی ہوتی ہے حیرت بھی ہوتی ہے اور نازک چیز پر اتنا شعور اللہ نے آپ لوگوں کو عطا کر دیا ہے کہ آپ اس کے گاہک بن گئے ہیں۔ الحمدللہ۔ اللہ اس پر استقامت دے اور اللہ آپ سب کی مرادیں پوری کرے اور آپ کو وصال الٰہی نصیب ہو لیکن اس کے ساتھ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس چیز کے آداب کو مدنظر رکھیں۔ جب دارالعرفان آئیں یا شیخ کے پاس آئیں یا جب ذکر کی مجلس میں آئیں۔ کہیں بھی ذکر کر رہے ہوں، گھر میں، یا یہاں کر رہے ہیں تو جو لمحے ذکر کے لئے ہیں وہ صرف ذکر کے لئے مختص ہوں۔ اولاد بڑی پیاری ہوتی ہے بندے کو گھر والوں سے محبت ہوتی ہے لیکن کبھی آپ گھر جائیں آپ کی اہلیہ آپ سے بھی بات کر رہی ہو اور دوسری طرف بھی کسی اور سے مخاطب ہو بیٹے کو بلائے وہ ادھر آپ سے بھی بات کر رہا ہو اور دوسری طرف فون پر بھی بات کر رہا ہو تو آپ کیا محسوس کریں گے؟ اللہ کو پانے کے لئے آئے تو ایک پاؤں مسجد کی طرف ہو اور ایک طرف موبائل بھی کھٹک رہا ہو۔ ذکر کے وقت کا انتظار بھی ہو اور گپ شپ بھی ہو رہی ہو۔ ذکر کے لئے بھی آئیں اور اسے دوائی کی فکر بھی ہو ذکر کے لے بھی آئے اور اسے گندم بھی خریدنی ہے، یار یہ وغیرہ وغیرہ اس کے ساتھ لگا دو گے تو جس طرح تم بیٹے سے بات کر رہے ہو اور وہ ہوں ہاں تمہارے ساتھ کر رہا ہو اور موبائل پر بھی بات کر رہا ہو تو تمہیں اچھا لگے گا؟ تم بھی مخلوق ہو میں بھی مخلوق ہوں۔ بیٹا بھی

مخلوق ہے ہم ایک سطح کے لوگ ہیں، اللہ نے ایک کو باپ کا درجہ دے دیا ہے اور ایک کو بیٹے کا درجہ دے دیا ہے مخلوق ہونے میں تو برابر ہیں پھر کہاں خالق لم یزل کہاں دعوئ طلب جمال اور کہاں یہ بے توجہی یوں بات نہیں بنے گی میں جب آپ لوگوں کو دیکھتا ہوں تو کوئی یہاں کھڑا ہے اور موبائل کان کے ساتھ ہے۔ اگر آپ کو اتنے ضروری کام ہیں تو نہ آئیں ناں۔ کوئی مجبوری نہیں ہے۔ کوئی یہ سیاسی پلیٹ فارم نہیں ہے کہ زیادہ لوگ جمع کر لو تو زیادہ ووٹ مل جائیں گے ایسی تو کوئی بات نہیں زیادہ لوگ جمع کر لو زیادہ چندہ مل جائے گا کوئی ایسی بات نہیں۔ زیادہ لوگوں کو دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کے وصال کے طالب ہیں لیکن حرکات دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ یار یہ بات تو کرتے ہیں لیکن حقیقت میں طالب نہیں ہیں۔ ان کا دل تو کہیں پیچھے اٹکا ہوا ہے ان کو تو اپنے موبائلوں سے ہی فرصت نہیں ہے ان کی تو کالز ہی ختم نہیں ہوتیں۔ ان کے تو کام ہی ختم نہیں ہوتے، یہاں بھی یہ آتے ہیں تو پچاس کام ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ بھی کرنا ہے وہ بھی کرنا ہے چلو ان کاموں کے ساتھ یہاں سے بھی ہوتے جائیں گے۔ یار! اللہ آپ سب کو اپنا قرب عطا کرے لیکن یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ یہ اس کی عطا ہے۔ وہ چاہے تو بغیر سبب کے عطا کر دے۔ وہ جتنا چاہے تو بے حساب عطا کر دے۔ اس کی ذات تو بے مثل اور بے مثال ہے اس کی بات نہ کرو۔ وہ خالق کائنات ہے وہ غفور رحیم ہے اس کی عطا کی بات نہ کرو اپنے دامن کو دیکھو کہ ہم نے پھیلا کدھر رکھا ہے اور مانگ کس سے رہے ہیں؟

کچھ دن پہلے میں ایک رسالہ دیکھ رہا تھا مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ جن کا وصال ہو گیا اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ بہت نیک بزرگوں کی نشانی اور اچھے اساتذہ کے جانشین تھے۔ بے شمار لوگوں کی اصلاح کا کام کیا کرتے تھے۔ ساری عمر بڑا مجاہدہ کیا، میرا خیال ہے چالیس برس تک ختم نبوت کے امیر رہے۔ ختم نبوت کا کام ان کی زیر نگرانی ہوتا رہا۔ ایسے لوگ اللہ کے محبوب لوگ ہوتے ہیں۔ تو ان کے بارے ایک عالم نے رسالے میں اپنے تاثرات لکھے۔ وہ لکھتے ہیں میں مدینہ منورہ میں تھا مسجد نبوی کی صف اول میں بیٹھا تھا اور مغرب کی نماز کا انتظار کر رہا تھا۔ اب ظاہر ہے مغرب کی نماز تک زیادہ انتظار نہیں ہوتا وہاں تھوڑا سا یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ امام رحمۃ اللہ علیہ مالک کے احکام پہ عمل کرتے ہیں تو وہ فرضوں سے پہلے مغرب کی دو سنت پڑھتے ہیں اذان کے بعد مغرب کی جماعت سے پہلے دو سنت پڑھتے ہیں تو اتنا ٹائم لگ جاتا ہے کہ اذان ہوئی چونکہ سارے لوگ نہیں کچھ پڑھتے ہیں تو باقیوں کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اب وہ صاحب مسجد نبوی میں روضۂ اطہر کے پاس بیٹھے ہیں پہلی صف میں بیٹھے ہیں۔ لمحے رہ گئے ہیں جماعت کے کھڑے ہونے میں تو آگے وہ خود لکھتے ہیں کہ جیب میں رکھے فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے کان سے لگایا تو پتہ چلا حضرت خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ یہ پڑھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اتنا بڑا عالم اور بارگاہ نبوی کا تو ہی ادب ہے کہ جیسے حضور اکرم ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہوں۔ جب یہ علماء ہمیں یہ عقیدہ سکھاتے ہیں تو کیا خود نہیں مانتے؟ حضور اکرم ﷺ اس دار دنیا میں اس روضۂ اطہر میں جلوہ افروز ہوتے اور چند قدموں کے فاصلے پر آپ صف میں بیٹھے ہوتے اور امامت حضور اکرم ﷺ نے کرنا ہوتی تو آپ کا موبائل بجتا؟ تو اگر بعد وصال بھی عظمت رسالت وہی ہے تو عقیدہ تو آپ کا حیات نبی کا ہی ہے لیکن عمل اس کی گواہی نہیں دے رہا پھر حضور حق اور مسجد نبوی کی نماز تو یہ ساری باتیں کہاں گئیں جب جیب میں موبائل بج رہا ہے مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں سمائی مجھے تو صدمہ ہوا اگر ہمارے اہل علم کا یہ حال ہے تو پھر باقیوں سے ہم شکوہ کیا کریں۔ بارگاہِ نبوی ﷺ کا بھی خیال نہیں، وہ

تو بڑے مجاہد ہیں اور ختم نبوت کے لئے بین الاقوامی سطح پر کام کر رہے ہیں اللہ ان کے کام قبول فرمائے اور اللہ بارگاہ نبوت کا احترام بھی عطا فرمائے۔ یہ بنیادی بات تو میں شام کو جب اندر آ رہا تھا تو دوستوں کو دیکھا اپنے موبائل پر گپیں لگا رہے ہیں کمال ہے یہ مصیبت تو ہمارے گھر میں بھی ویسی ہی ہے تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جب آپ یہاں آئیں تو یک سو ہو کر آئیں جب یہ موبائل نہیں تھے تب بھی ہم کام کرتے تھے، بتا کر جاتے تھے میں نے یہ یہ کام کرنا ہے، میں اس وقت جا رہا ہوں میں کل اس وقت آؤں گا، بات ختم۔ یار! کچھ اللہ پر بھی چھوڑ دو۔ ایک دن تم کو مرجانا ہے پھر کون موبائل فون کرے گا جب تم نہیں ہو گے، پھر کون دیکھ بھال کرے گا تو یہ ضروری ہے بھائی جب ذکر کے لئے اجتماع کے لئے تشریف لائیں تو اپنے دھندے نبیڑ کر وہ وقت خالص اللہ کے لئے لے کر آئیں اور سوائے اللہ کی یاد کے یہاں اور کوئی بات نہ کریں۔ نہ کسی سے سودا کریں نہ کوئی لین دین کریں نہ کسی سے دوا خریدیں نہ کسی سے علاج کروائیں نہ کوئی کپڑے خریدیں نہ کوئی جوتا بنوائیں اللہ کے لئے آئیں اللہ اللہ کریں اور جائیں تو تجلیات باری لے کر جائیں۔ وہ جتنا خلوص آپ کے دل میں ہوگا انقطاع عن الخلق۔ مخلوق سے جتنے الگ ہو کر منقطع ہو کر رہیں اتنی جھولی رب کریم بھر دیں گے تو اس میں بنیادی بات اگلے دن ایک ساتھی تھے میرے پاس۔ جی میرے لئے دعا کریں میں نماز باقاعدہ کرلوں میں نے اسے کہا کیا بیوقوفی ہے کہنے لگا جی بیوقوفی کیسے آپ خفا ہو گئے میں نے کہا میں خفا تو نہیں ہوا۔ بات بیوقوفی کی ہے مجھے تو شرم آتی ہے میں تو کر نہیں سکتا کہنے لگا وہ کیسے؟ میں نے نہیں اللہ نے حکم دیا ہے نماز پڑھو اور فرمایا فرض ہیں یہ پانچ نمازیں اب تم مجھے کہتے ہو اللہ سے کہو مجھے نماز پڑھوائے اب میری یہ جرأت کہاں کہ کہوں اے اللہ یہ تو نہیں ہے کرنے والا اب تو ہی اسے اٹھا بٹھا کر نماز پڑھا۔ تو یہ میری ہمت تو نہیں ہے۔ تم میں ہمت ہے تو خود بات کر لو میری تو اتنی ہمت ہے کہ اپنے آپ سے منوا لوں۔ تو پھر اسے کچھ چکر سا آیا کہنے لگا جی پھر اس کا کیا کیا جائے۔ ارادہ کر لو، طے کر لو، مجھے نماز پڑھنا ہے پھر وہ خود تم سے ادا کروا لے گا تمہیں توفیق دے گا۔ میں نے کہا تم نے ابھی یہ فیصلہ ہی نہیں کیا کہ مجھے نماز ادا کرنا ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اللہ کریم فرماتے ہیں ہم نے دونوں راستے دکھا دیئے ہیں یہ شکر کا راستہ ہے اور یہ ناشکری کا کا راستہ ہے۔ بندہ جس راستے پر چلنا چاہتا ہے میں توفیق دے دیتا ہوں میں نے کہا کہ فیصلہ تم نے دو میں سے ایک راستے کا کرنا ہے۔ اور میرے بھائی ابھی آپ نے صلوٰۃ کو ادا کرنے کا طے نہیں کیا۔ طے کر لو تو آسان ہو جائے گا تو میری دعا وہاں کیا کرے گی۔ تو جب آپ مراقبات کے حصول کے لئے، سلوک کے لئے، تصوف کے لئے، انوارات کے حصول کے لئے آتے ہیں تو پھر اپنے اوقات کو خالی کر کے صرف اس ایک کام کے لئے آئیں صرف اسی کام کے لئے۔ پھر یہ نہ سوچیں کہ کیا پکا تھا؟ کیا ملا؟ کتنا پانی تھا؟ زمین نرم تھی، گدا کیسا ملا تھا؟ نہیں تھا بجلی آئی پنکھا چلا یہ ساری باتیں ضمنی ہیں۔ پوری توجہ اس پر رکھو کہ کتنی توجہ مجھے شیخ کی ملی۔ کتنا وقت ساتھیوں کے ساتھ ذکر ملا۔ جو باقی بچا وہ میں خود کرتا رہا۔ یار! کم از کم اگر مہینے میں ایک بار اجتماع ہوتا ہے تو تیس دنوں میں چوبیس گھنٹے تو ایسے ہوں جن میں سوائے اللہ کے ہم کسی کو بھی نہ پوچھیں۔ اصل بات اور حق تو یہ ہے کہ زندگی کم پڑ جائے اور طلب الٰہی بڑھ جائے۔ سب چھوٹ جائے۔ اللہ کا حکم ہے دنیا میں رہنا ہے اس مُسَبِّبُ الاسباب نے جو اسباب وسائل بنائے ہیں اس کے حکم کے مطابق نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق اختیار کرنے ہیں تو وہی عبادت ہے لیکن وہ اس طلب پہ غالب نہ آ جائے کہ نماز میں کھڑے ہیں تو بھی خیال اسباب ہی کی طرف ہو۔ مراقبے میں بیٹھے ہو تو بھی آپ کو گڑ کی

بوریاں ہی نظر آئیں یہ نہیں ہونا چاہیے۔ ارادے کو مضبوط کریں کہ مجھے یہ نعمت حاصل کرنا ہے اور پھر اس پر مجاہدہ کریں۔ دوسری چیزوں کو بھلانا ہی تو مجاہدہ ہے۔ نفل پڑھنے کی مشقت آسان ہوتی ہے کہ بندے کو اٹھک بیٹھک کروالو۔ اس سے نفلیں پڑھوا لو، پچاس، سو پڑھ لے گا لیکن ذہن سے سب کو نکال دو سوائے اللہ کے یہی تو مشکل کام ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم ذہن سے دل سے خارج کریں کچھ دیر کے لئے وہاں بیٹھ کر بھی انہی چیزوں کو اندر انڈیلتے رہیں تو کام نہیں ہوگا ویسے آنا خالی تو نہیں جاتا اللہ کی طلب میں اللہ کے در پر آتا ہے تو کچھ تو اللہ کی بخشش لے جاتا ہے۔ جو بخشے گئے وہ اور ہیں جنہیں وصال الٰہی نصیب ہوا وہ کچھ اور لوگ ہوں گے۔ اسکی بخشش بہت وسیع ہے ارشاد پاک ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ (ترمذی) اوکما قال رسول اللہ ﷺ جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ بھی جنت میں چلا جائے گا۔ قیامت کو دوزخ میں لوگ ڈال دیئے جائیں گے تو بھی حدیث شریف میں آتا ہے تو اللہ کریم فرمائیں گے جس میں خشخاش کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے نکال دو پھر وہ فرمائے گا جن میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے بھی نکال دو کوئی کم سے کم درجہ ہے ایمان کا اسے بھی دوزخ سے نکال دو۔ نجات تو اس کی بھی ہو جائے گی۔ کچھ کی پہلے کچھ کی بعد میں۔ نور ایمان کا ہونا ہی بہت بڑی دولت ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے وابستہ ہونا ہی اتنی بڑی دولت ہے اور نجات بہت بڑی نعمت ہے اللہ کی لیکن لذت وصال کچھ اور چیز ہے۔ نجات اور شے ہے اور لذت وصال اور شے ہے۔ تو یہ سوچ سمجھ کر اس کے لئے ارادہ کریں، طے کریں، مجھے یہ کرنا ہے پھر کم از کم دو وقت ذکر کے لئے یہاں آتے ہیں تو چند منٹ، دس منٹ، آدھا گھنٹہ، گھنٹہ ذکر کے لئے دو وقت جو ذکر کے لئے ہیں اسے یار خالص کر لو صرف ذکر کے لئے صرف یاد الٰہی کے لئے، صرف مراقبے کے لئے یہ مشکل کام ہے یہ آسان کام نہیں ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ یہ مشکل کام ہے اس کے لئے صوفیاء خلوت نشین کر دیا کرتے تھے۔ کم سونے دیتے تھے کھانا کم دیتے تھے، قلت طعام، قلت منام اور قلت اختلاط مع الانام، کھانا کم، سونا کم، لوگوں سے ملنا کم، خلوت نشین گوشہ نشین چلّہ کشیاں کراتے تھے تب جا کے بندے کے ذہن سے یہ جو امور ہیں نکلتے تھے لیکن اس نسبت اویسیہ نے ہر کام آسان کر دیا کہ ہر بندہ آج بتوفیق الٰہی اس کو حاصل کر سکتا ہے اس وقت چند لوگ ہوتے تھے، ہر بندہ تو اس طرح فارغ نہیں ہو سکتا تو اللہ کی شان ہے آج عجیب لوگ ہیں تجارت بھی کرتے ہیں بیوی بچے بھی پالتے ہیں گھر بھی ہیں اور فنافی الرسول اور فنا بقا بھی ہے کمال ہے پتہ نہیں چلتا۔ لیکن اس سب کے باوجود جسے انگریزی میں Priority اور اردو میں اہمیت کہتےہیں۔ اہمیت ذکر الٰہی کی قائم رکھنا ضروری ہے۔ Priority اس نعمت کو دینا ہوگی۔ یہ طے کرنا ہوگا کہ میری منزل میرا مقصد یہ ہے باقی جو کچھ ہے ضروریات ہیں مجبوریاں ہیں جنہوں نے مجھے پھنسایا ہوا ہے جنہیں میں نے اللہ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق ادا کرنا ہیں لیکن میرا مقصد وصال الٰہی ہے اور جب یہ ارادہ نصیب ہوگا تو پھر مجاہدہ بھی بندے کے ذمے ہے کہ ہمت کرے، اس پر عمل کرنے کی توفیق وہ عطا کرے گا، آسانیاں وہ پیدا کر دیتا ہے تو اللہ کریم آپ سب کے سینوں کو روشن کرے، گو ہر مراد عطا کرے، سب کو کامیاب فرمائے۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں میں ایک عام دیہاتی آدمی ہوں۔ ہمارے خاندان میں کوئی پیر نہیں تھا میرے والد فوجی تھے میرے دادا فوجی تھے میرے چچا فوجی تھے میرے نانا فوجی تھے۔ ہمارے دو ہی کام تھے یا کاشت کاری زمینداری جانور بھیڑ بکریاں پالتے یا ہل چلاتے یا پھر فوج میں ملازم ہو جاتے۔ کوئی پیری فقیری سے ہمیں تعلق نہیں تھا اور پیری لینے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے بھی نہیں

تھے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے آخری ایک دوسالوں میں مہینوں میں کچھ لوگوں نے بڑا پریشان کیا کہ ہمیں جانشین بنادو ایک دوسرے کی سفارشیں کرتے تھے۔ ایک کہتا تھا اس کو بنادو وہ کہتا اس کو بنادو تو ایک دن حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ جارہے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ سے سرحد کی طرف میں گاڑی چلا رہا تھا وہ ساتھ بیٹھے تھے تو مجھے کہنے لگے۔ ان فوجیوں نے مجھے بڑا تنگ کر رکھا ہے کہ مجھے بنادو خلیفہ اس کو بنادو۔ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت میں خطا کار آدمی ہوں بنیادی طور پر کاشتکار ہوں اور پھر میں فوج میں گیا، اس کو بھی چھوڑ کے آگیا کاروبار میں لگ گیا کول مائننگ (Coal Mining) میں لگ گیا اللہ کا احسان ہے کاشتکاری بھی ہے بزنس بھی ہے آپ کی خدمت میں آیا تھا اپنی اصلاح کے لئے وہ ہوئی یا نہیں ہوئی یہ الگ بات ہے یہ تسلی ہے کہ آپ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اگر نہیں ہوئی تو کوتاہی میری ہوگی آپ کی بارگاہ سے بہت ملا اور پچیس برس بیت گئے آپ کی خدمت میں غرض تھی میری ذاتی اصلاح۔ اللہ کرے ہوگئی ہو نہیں ہوئی تو اس میں خطا میری ہے میں پیر بننے کے لئے حاضر نہیں ہوا تھا اور نہ خلافت کیلئے آپ جس کو بھی خلیفہ بنا جائیں گے میں جس طرح آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں اس طرح جب تک میں موجود ہوں اس طرح احباب کی سلسلے کی اور آپ کے نامزد کردہ جانشین کی خدمت کرتا رہوں گا۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں پتہ آپ نے کس کو بنانا ہے۔ کم از کم میرے گلے یہ مصیبت نہ ڈالیے گا تو آپ کا بڑا احسان ہے۔ بات ختم ہوگئی کچھ مہینوں بعد اجتماع ہوا لنگر مخدوم تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے سارا بوجھ میرے گلے میں ڈال دیا۔ مجھے نہیں پتہ میں اس کا اہل ہوں بھی کہ نہیں لیکن مجھے یہ پتہ ہے کہ میرے لئے اس خدمت کو بجالانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں میری مجبوری میں اس میں پھنس گیا اب مجھے یہ کرنا ہے۔

ہم زمیندار لوگ مزاجاً فرعون ہوتے ہیں ویسے تو ہر بندے کے اندر ایک چھوٹا موٹا فرعون بیٹھا ہے لیکن زمینداروں کے اندر ایک بڑا تگڑا فرعون ہوتا ہے۔ مجھے پتہ ہے ہم مزارع کی یا غریب آدمی کی اگر وہ وضاحت بھی کرنا چاہے تو ہم خفا ہو جاتے ہیں۔

وہ کہہ دے ناں یہ کام کس طرح کرنا ہے تو اس پر بھی اسے مار پڑتی ہے۔ ایک بڑا تگڑا فرعون ہوتا ہے زمینداروں میں اور اسے اللہ چار پیسے بھی دے دے، اس کے پاس دولت بھی ہو تو یہ پتہ نہیں کیا بن جاتے ہیں، خدا بن جاتے ہیں، آپ دیکھ لیں روزمرہ پورے ملک میں انہی لوگوں نے مصیبت میں ڈالا ہوا ہے ان کارخانہ داروں اور زمینداروں نے بیس کروڑ آدمیوں کو رہن بنایا ہوا ہے۔ تو اس مصیبت سے نکال کر اللہ نے اپنی یاد کی توفیق بخشی اپنے بندوں کے ساتھ بیٹھنے کی توفیق بخشی اور عجز و نیاز عطا فرمادی کہ ایک عام آدمی بھی آجائے تو اس کی بھی خوشامد ہی کرنی پڑتی ہے۔ بھائی آئے ہو تشریف رکھو، چائے پیو، پانی پیو۔ ہم ایسے لوگ کب تھے ہم تو کسی کو گھسنے نہ دیتے تھے، یہ اس کا احسان ہے اور یہ مجبوری ہے پوچھا جائے گا بڑا ڈر لگتا ہے کہ پوچھا جائے گا کہ یا اللہ جتنے لوگ بیعت کرتے ہیں یہ تو آتے ہیں رسماً بیعت کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں انہیں تو یاد ہی نہیں ہوتا کہ ہم نے وعدہ کیا کیا ہے؟ پھر یہ اس پر عمل کرتے ہیں، نہیں کرتے، گناہ چھوڑتے ہیں، نہیں چھوڑتے، کیا کرتے ہیں، کیا نہیں کرتے، پھر یا اللہ ان کی جوابدہی کے لئے مجھے بھی کھڑا ہونا پڑے گا جب تک ان سب کا حساب ہوگا تو مجھ میں تو نہیں ہے اتنی ہمت یہ ساری باتیں بالکل سامنے ہیں لیکن انکار بھی نہیں کرسکتے کہ گلے پڑ چکا ہے کرنا ہے تو بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں اللہ ہی کرم کرے گا۔ جہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوں گے اپنی امتوں کے

ساتھ وہاں سارے پیر صاحبان بھی کھڑے ہوں گے اپنے مریدوں کے ساتھ جب تک ان کی جواب طلبی ختم نہیں ہو جاتی ان کے ساتھ کھڑے ہوں گے یہ بتانا کہ تم نے اس کی صحیح رہنمائی کی تھی۔ تم نے کی تھی تو ٹھیک ہے یہ اپنے کیے کو خود بھگتے گا اور اگر تم نے بتانے میں کوتاہی کی ہے تو تم بھی ساتھ بھگتو یہ آسان بات نہیں ہے۔ یہ دنیا چندروزہ ہے امیر کی بھی بسر ہو جاتی ہے غریب کی بھی بسر ہو جاتی ہے بات قبر میں جا کے پتہ چلے گی تو یہ کوئی شوق نہیں ہے۔ یہ میری مجبوری ہے کہ مجھے ہر آنے والے کی تربیت کرنا ہے۔ اس کی خدمت کرنا یہ میری ذمہ داری ہے کوئی احسان نہیں ہے کسی پر اور میں چاہتا یہ ہوں کہ آپ جو وقت لگاتے ہیں اسے کماحقہٗ صرف کریں کماحقہٗ فائدہ اٹھائیں استفادہ کریں یہ دہرا کھیل مت کھیلیں کہ ساتھ دنیا بھی چلتی رہے ساتھ یہ بھی۔ یار! یہ مہینے میں ایک دن ہوتا ہے اسے کھرا صرف یادِ الٰہی کیلئے کر کے لاؤ اور میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آ کے معتکف ہو جاؤ۔ بلاضرورت مسجد سے مت نکلو، بلاضرورت بات مت کرو، معتکف بلاضرورت کوئی جملہ نہیں کہنا، بلاضرورت باہر قدم نہیں رکھنا، مہینے میں سے یار یہ جو چوبیس گھنٹے لاتے ہو معتکف ہو جاؤ۔ ٹیلیفون بند کر دو، خط پڑھنے بند کر دو، باتیں کرنا چھوڑ دو، یکسو ہو کے بیٹھ جاؤ پھر دیکھو کیا ملتا ہے اور اگر بندے کا اپنا ہی دامن بکھرا ہوا ہو تو وہ کیا سمیٹے گا یہ میں پورے خلوص دل سے آپ کی بھلائی کے لئے عرض کر رہا ہوں میں کسی کی بڑائی، چھٹائی کے لئے نہیں ہوں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے بندہ جس کام کو جائے وہ غرض پوری نہ ہو تو اس سفر کا کیا فائدہ؟ تو اللہ کریم سب کو توفیق دے لیکن سب سے زیادہ غیرت مند اللہ ہے، وہ پسند نہیں کرتا کہ بندہ کہے کہ اے اللہ میں تیرے لئے ہوں اور ساتھ دغیرہ وغیرہ بھی ہیں۔ وہ نہیں پسند کرتا، سب سے پہلے توحید باری ہے اور صوفیاء کی اصطلاح میں توحید مطلب ہے۔ جس طرح اس کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اسے پانے کیلئے آپ کا مطلب بھی صاف ستھرا ہونا چاہیے کہ تجھے پانے کو آیا ہوں۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا اسے توحید مطلب کہتے ہیں تصوف میں کہ آپ کا مقصد خالص ہونا چاہیے۔

بے شمار حاجات ہیں اللہ ہی سے مانگنی ہیں، بیماریاں ہیں، اولاد ہے، روزگار ہے، بے شمار چیزیں ہیں لیکن وہ اپنے وقت پر مانگو اور جب اسے پانے کیلئے آؤ تو مطلب ایک ہی ہو کہ تجھے پانا ہے یہ توحید مطلب کہلاتا ہے۔

تو اللہ کریم توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کی کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے ہم اس کے قابل نہیں ہیں جس چیز کی ہم طلب رکھتے ہیں، ہم اس کے اہل نہیں ہیں، ہم اس کی عظمت کو سمجھتے نہیں ہیں، اس لئے ہم سے یہ کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ سمجھتے ہوتے تو اس طرح نہ کرتے۔

اللہ غفورٌ رحیم ہے وہ کرم کرنے والا ہے لیکن بندہ مکلف ہے شرعی طور پر کوشش کرنا اختیار کرنا بندے کے ذمے ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی قاری شبیر احمد (ہری پور)
سلسلہ عالیہ کے ساتھی ماسٹر محمد یعقوب (گوجرہ)
سلسلہ عالیہ کے ساتھی شیخ محمد سعید (گوجرہ) کے والد محترم
سلسلہ عالیہ کے ساتھی اعجاز خالد ریڈیو پاکستان (کراچی)
سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد رفیق (گوجرہ) کی اہلیہ محترمہ
وفات پا گئے ہیں ان سب کیلئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

حیاتِ طیبہ
حصہ دوم

حضرت جنید بغدادیؒ

حضرت جنید بغدادیؒ کا وصال 27 رجب 297 ہجری کو ہوا اس حوالے سے آپ کی مبارک زندگی اشغال وافکار پر یہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے (ابوالاحمدین)

اہل طریقت نے حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو سیدالطائفہ قرار دیا۔ حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو طریقت میں شیخ المشائخ اور شریعت میں امام الائمہ کہا ہے۔ اسی طرح حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد طریقت کہا اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو اپنی کتاب الطاف القدس میں مختصر الفاظ میں سمیٹتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پیدا ہونے والے تمام صوفیا کے لئے راہ طریقت قرار دیا۔

حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اہل تصوف کے پیشوا تھے' ان کو سیدالطائفہ' لسان القوم کہتے تھے' طاؤس العلماء اور سلطان المحققین لکھتے تھے۔ شریعت اور حقیقت کی انتہا پر تھے۔ زہدو بخشش میں بے نظیر تھے اور طریقت میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے زمانے میں اور ان کے بعد کے مشائخ ان کا مذہب رکھتے تھے۔''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی ھجری کے ممتاز شیخ طریقت ہیں۔ قریباً 227 ھجری سے 297 ھجری کا زمانہ پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایک ایرانی النسل خاندان سے تھا جو قبول اسلام کے بعد نہاوند (ایران) سے ترک سکونت کر کے بغداد میں آباد ہوگیا۔ والد محترم شیشہ اور ریشم کی تجارت کرتے اور کسب حلال کے حوالے سے معروف تھے۔ رزق کی فراوانی تھی' اللہ کی راہ میں کثرت سے مال خرچ کرتے اور اہتمام سے زکوٰۃ ادا کرتے۔ اہلیہ کے بھائی بھی تاجر تھے لیکن کاروبار کی بجائے ہمہ وقت اللہ سے لو لگائے رہتے' نتیجتاً مفلوک الحالی کا شکار تھے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے ان کو زکوٰۃ بھجوائی تو انہوں نے واپس کردی۔ اس واقعہ نے پریشان کردیا کہ جسے وہ رزق حلال سمجھتے تھے' ایک اہل اللہ نے اسے رد کردیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت صرف چھ سال تھی۔ والد کی پریشانی دیکھ کر سبب پوچھا اور جب حقیقت کا پتہ چلا تو ماموں کو زکوٰۃ پیش کرنے خود چل پڑے۔

ماموں اہل طریقت میں معروف شخصیت حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو بچپن ہی سے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر ان کی خوش بختی کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ بھانجے کی آمد پر بہت خوش ہوئے کہ وہ ان کا گوہر مراد تھا لیکن جب زکوٰۃ کا سنا تو خفگی کا اظہار کیا۔ اس وقت ماموں اور بھانجے کے درمیان جو گفتگو ہوئی' تاریخ نے اسے محفوظ کرلیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ماموں سے کہا' آپ کو یہ زکوٰۃ قبول کرنا پڑے گی' اس اللہ کے نام پر جس نے آپ کو اپنے فضل سے نواز رکھا ہے اور میرے باپ سے عدل کر رکھا ہے۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فضل اور عدل کی وضاحت چاہی تو حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکا کر عرض کیا:

''اللہ نے آپ کو پرہیزگار اور متقی بنا کر درویشی عطا کی' یہ آپ پر اس کا فضل ہے۔ میرے باپ کو دنیاوی کاروبار میں عروج بخشا کہ آج وہ اپنے مال پر زکوۃ ادا کرتے ہیں' یہ اس کا عدل ہے۔ وہ یہ مال حقداروں تک اللہ کے نام پر پہنچاتے ہیں' اب یہ حقداروں کی مرضی وہ اسے قبول کریں یا نہ کریں لیکن وہ یہ حق ادا کرتے رہیں گے۔''

چھ سال کی عمر میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو میں علمیت کی وہ جھلک نظر آئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں' جو خود علم وعرفان کی بلندیوں پر فائز تھے' لاجواب ہو گئے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھانجے کی زبان سے یہ حکیمانہ گفتگو سنی تو فرط مسرت سے انہیں آغوش میں لے لیا اور زکوۃ بھی قبول فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت کا آغاز ہو گیا۔

بچپن میں ایک مرتبہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے' حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا:

مَا تَقُوْلُ فِي شُكْرٍ يَا غُلَامُ

اے لڑکے' شکر کے بارے میں تم کیا کہتے ہو' آپ نے جواب دیا:

اَلشُّكْرُ اَنْ لَّا تَسْتَعِيْنَ بِنِعَمِهٖ عَلٰى مَعَاصِيْهِ

شکر یہ ہے کہ تو اس کی نعمتوں سے اس کی نافرمانیوں پر مدد نہ لے۔

یہ سن کر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے زیادہ احتمال ہے کہ تیرا حصہ تیری اسی زبان سے ہو گا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے ہمیشہ خائف رہا۔ اسی وجہ سے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ وارشاد سے ہمیشہ احتراز برتا۔

اوائل عمر میں ہی والد محترم کا انتقال ہو گیا تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہمہ وقت اپنے ماموں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت آ گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے' انہوں نے اپنے ہونہار بھانجے کی تربیت کا حق ادا کر دیا۔ ان کے ہاں بغداد کے مشائخ اور علماء کا تانتا بندھا رہتا۔ ان گرانقدر علمی محافل میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوتے اور کم سن ہونے کے باوجود حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ان سے سوالات کرتے تا کہ وہ بڑوں کی بات چیت میں حصہ لیں۔ ایک روز حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین سے سوال کیا' کون سی ایسی چیز ہے جو آنکھوں سے نیند اڑا دے؟ کسی شخص نے کہا بھوک' کسی نے کثرت عبادت کہا' کسی نے کچھ جواب دیا۔ آخر میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی جو عمر میں سب سے چھوٹے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عِلْمُ الْقُلُوْبِ بِاِطِّلَاعِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ

دلوں کا اس بات کو جان لینا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے بارے میں علم ہے کہ اس نے کیا کمایا۔

یہ سن کر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَحْسَنْتَ يَا بُنَيَّ میرے بیٹے تم نے خوب کہا!

سات سال کی عمر میں اپنے ماموں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کے لئے گئے تو حرم کعبہ میں کچھ صوفیا شکر کے موضوع پر مصروف گفتگو تھے۔ انہوں نے اپنی گفتگو مکمل کی تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھانجے سے کہا کہ شکر کے متعلق تم بھی کچھ کہو۔ حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے صوفیا اور علماء کے سامنے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کم سنی کے اس دور میں سر جھکا کر

آہستہ سے گویا ہوئے:

''میرے پاس وہ الفاظ ہی نہیں کہ شکر کے موضوع پر پیش کر سکوں۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو ہم اسے اپنے اللہ کی عطا سمجھ کر اس کا شکر ادا کریں کیونکہ وہی نعمتوں کا نوازنے والا ہے' وہی ہر نعمت کا منبع ہے۔ ہمیں اس کے احکام کی تعمیل میں خود کو وقف کر دینا چاہئے۔''

اظہار شکر تعمیل ارشاد اور بندگی میں ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر ترین الفاظ میں علماء کے سامنے حرم کعبہ میں ادائیگی شکر کی حقیقت بیان کر دی جس پر علماء دنگ رہ گئے۔

شکر کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور قول نقل کیا جاتا ہے جو اس موضوع پر حرف آخر کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا شکر صرف وہ شخص ادا کر سکتا ہے جسے اس کی تمام نعمتوں کا ادراک ہو۔''

اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا ادراک چونکہ انسان کے بس کی بات نہیں' لہٰذا اللہ کا شکر ادا کرنا بھی انسان کے بس کی بات نہیں۔

ترجیحات تربیت

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کی ترجیحات اور خدوخال ان کی اس دعا سے ظاہر ہوتے ہیں:

''جنید! میری اللہ سے یہ دعا ہے کہ تم ایک محدث صوفی بنو نہ کہ لوگ تمہیں صوفی محدث کہیں۔''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت بھی اسی طرح ہوئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے ظاہری علوم حاصل کرنے میں دس سال لگائے اور علم حدیث اپنے ماموں سے حاصل کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ زمانہ اس وقت کے مشہور فقیہ حضرت ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بھی گزارا جو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اونچے درجہ کے شاگرد تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت ابوثور رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی ذاتی رائے پر حدیث ضعیف کو ترجیح دیتے۔ اسی نسبت سے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سنت خیرالانام ﷺ سے گہری وابستگی نصیب ہوئی۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف بیس برس تھی لیکن حضرت ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فتووں کو سند کا درجہ حاصل تھا۔ اپنی ظاہری تعلیم کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے پہلے علم حدیث وفقہ حاصل کیا اور اس کے بعد المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی۔ یہی میری کامیابی کا راز ہے کیونکہ تصوف کو قرآن وسنت کے تابع رہنا چاہیے۔ جس شخص نے تصوف سے پہلے قرآن حفظ نہ کیا اور اور حدیث میں سند حاصل نہ کی ہو' اسے دوسروں کی رہنمائی کا کوئی حق حاصل نہیں۔''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ماموں کی محفل سے اٹھتے تو حضرت حارث المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں چلے جاتے۔ ایک روز ماموں نے پوچھا' تم یہاں سے اٹھ کر کہاں جاتے ہو؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے علم کلام اور منطقی طرز استدلال سے متنبہ کیا۔

المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ معتزلہ کے رد میں بحث ومباحثہ میں اس قدر آگے نکل گئے تھے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے گرفت فرمائی کہ ایمانیات کے مسائل کو مباحثوں اور مناظروں کے ذریعے حل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس رہنمائی کا یہ اثر تھا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت

المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت محمد بن علی القصاب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن الکرنبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی تعلق رہا جو اپنے اپنے مکتبہ فکر میں متشددانہ رجحانات رکھتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کے افکار کو قرآن وسنت کی نگاہ سے دیکھا اور ان کو اعتدال کا جامہ پہنایا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی جو راہیں متعین فرمادیں، ان سے جب بھی کسی صوفی نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو افراط وتفریط کا شکار ہوا۔

ورزش اور جہاد

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے اس پہلو کا بہت کم تذکرہ کیا جاتا ہے جو صوفیاء کے متعلق پائی جانے والی ایک عمومی غلط فہمی کا ازالہ کرتا ہے کہ اہل اللہ کا فن حرب، جسمانی صحت، ورزش اور عملی زندگی سے کیا سروکار!

دینی علوم کے ساتھ ساتھ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فن سپہ گری میں بھی مہارت حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصروں میں مانے ہوئے پہلوان تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ملکی سطح پر منعقد ہونے والے مقابلوں میں حصہ لیتے اور بطور شاہی پہلوان معروف تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے رومیوں کے خلاف جہاد میں متعدد بار حصہ لیا۔ علامہ فضل احمد عارف نے "سیرت جنید" میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے آٹھ مریدوں کے ہمراہ رومیوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کو شہادت نصیب ہوئی۔ حالت امن میں جہاد کے لئے تیاری اور شہادت کے لئے دعا گو رہنا، یہی سنت نبوی ﷺ ہے اور تصوف اس سے الگ نہیں ہوسکتا۔

سلوک وعرفان

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سلوک وعرفان کے مجاہدوں میں بھی شب و روز لگائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یہ کیفیت ملتی ہے کہ ابتدائی دور میں جب حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں کوئی علمی گفتگو جاری ہوتی، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اچانک کسی اور ہی دنیا میں کھو جاتے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت دیکھ کر کلام موقوف کر دیتے اور محفل سے اٹھ جاتے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جن باطنی واردات سے گزر رہے ہیں، ان میں مخل نہ ہوں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماموں کے ہمراہ ایک حج تو بچپن میں کیا تھا جس کا تذکرہ گزر چکا لیکن بعض سوانح نگار آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد حج کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر علی عبدالقادر حسن مصری نے صرف ایک حج کا تذکرہ کیا ہے جو غالباً آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عنفوان شباب میں کیا ہوگا۔ اس حج کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں مشائخ کی محفل میں بیٹھے تھے کہ عشق الٰہی کے موضوع پر بات چل نکلی۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اس محفل میں سب سے کم عمر تھے۔ آخر میں ان سے کہا گیا، اے عراقی نوجوان! تم بھی کچھ کہو۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے عاشق کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

''خدا کا عاشق تو وہ بندہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کو مٹا دے لگاتار اپنے پالنے والے کا ذکر کرنے والا ہو، حقوق اللہ کے ادا کرنے پر مدام کمربستہ ہو اور اپنے دل کی نگاہوں سے اس کی تجلیات کا نظارہ کرنے والا ہو۔ ایسے شخص کے دل کو ذات حق کے انوار نے جلا کر رکھ دیا ہے اور وہ ہر دم شراب محبت کے پیالے پیتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس شخص کے لئے اپنے غیب کے پردے ہٹا

دیئے ہیں اور شہود سے نوازا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفر حج کے دوران پیش آنے والے دو اہم واقعات کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر گہرے اثرات ڈالے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اخلاص کی تعلیم ایک حجام سے حاصل کی۔ فرماتے ہیں کہ میرے بال بڑھے ہوئے تھے اور مجھے ان سے سخت الجھن ہو رہی تھی۔ بازار میں نکلا تو دیکھا کہ ایک حجام کے پاس کوئی امیر آدمی بیٹھا بال بنوا رہا تھا۔ میں بھی حجام کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اسے کہا: ''اللہ کے نام پر میرے بال کاٹ دو۔''

یہ سن کر اس نے امیر آدمی کی حجامت بنانا چھوڑ کر مجھے عزت و احترام کے ساتھ یوں بٹھایا گویا میں معزز ترین امیر گاہک ہوں۔ پھر اس نے بڑے سلیقے سے میرے بال کاٹے۔ فارغ ہونے کے بعد اس نے مجھے ایک کاغذ میں چند درہم لپیٹ کر دیئے اور کہا:

''یہ حقیر سا نذرانہ ہے، قبول فرما کر عزت افزائی کریں۔''

میں اس حجام کے اس سلوک سے بڑا متاثر ہوا اور عہد کیا کہ جونہی مجھے کہیں سے کوئی رقم ملے گی، وہ اس حجام کی نذر کروں گا۔ اتفاقاً ایک دن بصرہ کے ایک شخص نے مجھے اشرفیوں کی ایک تھیلی دی تو میں نے وہ تھیلی حجام کو پیش کرتے ہوئے کہا:

''بھائی یہ تھیلی تمہارے اس احسان کا نعم البدل تو نہیں ہو سکتی جو تم نے مجھ پر کیا تھا لیکن تم اسے قبول کر لو گے تو مجھے دلی مسرت ہوگی۔''

یہ سن کر وہ حجام غصے میں بھڑک اٹھا اور کہنے لگا:

''تم تو اللہ کے نام پر تجارت کرنے والے نکلے۔ میں نے اگر تمہاری کوئی خدمت کی تھی تو صرف اللہ کے لئے کی تھی۔ اب میں اللہ کے نام پر کئے جانے والے کام کا معاوضہ لوں گا؟ یہ تم نے کیسے سمجھ لیا!''

دوسرا واقعہ سیر الاولیاء میں مذکور ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مدینے کی گلیوں میں حق کو پایا ہے۔ لوگوں نے پوچھا، کیسے؟ فرمایا:

''ایک روز میں مدینے کے بازار میں چلا جا رہا تھا کہ چند خستہ حال لوگوں کو دیکھا جن کی پریشانی کی کیفیت بیان میں نہیں آ سکتی۔ مجھے ان پر رحم آیا اور میں نے چاہا کہ ان کے ساتھ رہوں اور ان سے موانست اختیار کروں۔ چنانچہ میں ان کی صحبت میں رہا اور سمجھ گیا کہ اللہ شکستہ حالوں کے ساتھ ہے۔''

روحانی تربیت

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق صوفیاء کی اس جماعت سے تھا جن کے سربراہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت بھی حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق تصوف پر تھی۔ اس تربیت میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے جن ہمعصر اہل اللہ کا حصہ ہے، تاریخ تصوف میں ان کے اسمائے گرامی بھی محفوظ ہو گئے ہیں۔ سوانح نگاروں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت کے باب کو ان بزرگوں کے تذکرہ تک محدود رکھتے ہوئے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں سے کس بزرگ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے کس جوہر کو نکھارا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا یہ ابتدائی دور تھا جس کی تکمیل کے بعد بطریق اویسیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت کا اصل مرحلہ شروع ہوا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ تاریخی حقیقت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جن اہل اللہ کے ساتھ صحبت رہی، آپ رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے کسی ایک پر قانع نہ ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برگ ہائے رنگا رنگ سے خوشہ چینی کی لیکن اپنا منفرد تشخص برقرار رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں جو پیمانہ تھا، اس کی تشنگی صرف منبع فیوض و برکات ﷺ

ہی سے دور ہو سکتی تھی اور وہاں تک رسائی بجز طریق اویسیہ ممکن نہ تھی۔ چنانچہ تین صدیوں کی مسافت طے کرنے کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت اویسیہ نصیب ہوئی جو زمان و مکان کی رکاوٹوں اور ظاہری واسطوں سے بے نیاز ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل تین صدیوں میں نسبت اویسیہ کے شجرہ میں صرف تین نام آتے ہیں:

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

نسبت اویسیہ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر اہم کڑی ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے قبل تین صدیاں اور تین مشائخ ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد چھ صدیوں کی طویل مسافت کے بعد بغیر کسی واسطہ کے حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے۔ کچھ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نسبت طریق اویسیہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ضیاء فشانی کا عالم کیا ہوگا!

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ امام تصوف ہیں تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مبادیات تصوف کی تعیین فرماتے ہوئے راہ طریقت کی نشاندہی فرمادی۔ اسی لئے تاریخ تصوف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ''مجتہد تصوف'' بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے طبقۂ صوفیا میں سید الطائفہ کا لقب اس قدر متفق علیہ ہے کہ تمام سلاسل کے شیوخ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر خیر میں اس کو مقدم جانتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ جو طریقہ آج کے دن محفوظ ہے اس کا منشاء جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور خرقہ بھی محفوظ وہی ہے جو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے ہے۔''

خرقہ: خرقہ کی اصل سنت نبوی ﷺ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر کرتے ہوئے عمامہ عطا فرمایا تھا۔ اس سنت کے مطابق حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ عطا کرنے کا دستور شروع ہوا۔ سلاسل طریقت میں اجازت کے ساتھ عمامہ' قبا' چادر یا جو کچھ بھی میسر ہو' عطا فرماتے ہیں۔ 'انتباہ' میں خرقہ کی تین قسمیں بیان کی گئیں ہیں؛ خرقہ اجازت' خرقہ ارادت اور خرقہ تبرک۔ خرقہ اجازت شیخ کی نیابت کی ایک صورت ہے اور کسی شجرہ یا سلسلہ کا تسلسل بیان کرتے ہوئے خرقہ سے مراد خرقۂ اجازت ہوتا ہے۔

مسند ارشاد

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ملکہ اظہار و بیان اپنی ندرت اور اثر پذیری کی وجہ سے اہل بغداد کی توجہ کا مرکز تھا۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ وعظ و ارشاد شروع کریں لیکن ان کی اس خواہش کی تعمیل میں استاد کا ادب اور حیا مانع رہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہمہ تن گوش رہتے اور تہیہ کر رکھا تھا کہ جب تک وہ مسند ارشاد پر تشریف فرما ہیں' وعظ و ارشاد سے کنارہ کش رہیں گے۔ بغداد کے دوسرے مشائخ سے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت رہتی۔ ان سب کی خواہش تھی کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ مخلوق خدا کی رہنمائی کے لئے وعظ و نصیحت کا آغاز فرمائیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فکر اور سکوت کا غلبہ تھا۔ اس عالم میں ایک شب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بنفس نفیس تشریف لائے اور فرمایا:

''كَلِّمْ عَلَى النَّاسِ''

لوگوں کو اپنی بات سنا۔ (نفحات الانس)

نیند سے بیدار ہو کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب کو یاد کیا تو مسرت و انبساط سے سرشار ہو گئے۔ اپنی قسمت پر ناز تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد اب تک اس سے محروم ہیں لیکن جلد ہی اس خیال پر تنبیہ ہو گئی۔ خوشی کے عالم میں ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد کھڑا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اندر آنے کے لئے کہا لیکن اس نے جواب دیا کہ میں اس وقت آپ کے لئے شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام لایا ہوں، اسے سن لیں اور مجھے جانے کی اجازت دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اثبات میں سر ہلایا تو شاگرد بولا: "شیخ نے فرمایا ہے کہ جا کر جنید سے کہنا، اب وہ میری بات غور سے سنے۔ جب تمہیں ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ وعظ و نصیحت کا کام سنبھالو تو تم نے انکار کیا۔ بغداد کے شیوخ نے اس خواہش کا اظہار کیا لیکن تم پھر بھی انکاری رہے، حتیٰ کہ میں نے تمہیں اس کے لئے کہا لیکن تم نے میرا کہنا بھی نہ مانا اور ہمیشہ وعظ و نصیحت عام کرنے سے پہلو بچاتے رہے۔ اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس کی وجہ کیا تھی لیکن اب کی مرتبہ تمہیں حضور عالم ﷺ نے حکم دیا ہے اور دیکھا حضور ﷺ کا کہا اس طرح مان کہ ہر کام پر آپ ﷺ کے حکم کو ترجیح دے۔"

یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا سر شرم سے جھک گیا۔ شاگرد کو رخصت کر کے واپس حجرے میں آن بیٹھے اور دل ہی دل میں نادم ہوتے رہے کہ شیخ سے مسابقت کا خیال کیوں آیا! نادم ہو کر حضرت شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اظہار ندامت کے لئے الفاظ ڈھونڈ رہے تھے کہ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ ہونٹوں پر تبسم سجائے مخاطب ہوئے:

"میرے بچے! تجھے نادم ہونے کی ضرورت نہیں، مجھے سب علم ہے۔ یاد رکھ! جب روحانیت کے سفر کا آغاز ہوتا ہے تو شیطان راہ میں طرح طرح کے جال بچھاتا ہے۔ یہ اللہ کا ہی احسان ہے کہ وہ جسے چاہے شیطان کے شر سے محفوظ کر لیتا ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ تمہیں ہر موڑ پر شیطان موذی کے شر سے محفوظ رکھے۔"

تاریخ تصوف میں یہ چیز عام دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ سالک جس کے دل میں اپنے شیخ سے کسی پہلو میں بھی بدگمانی، برتری یا بے نیازی کا خیال آ جائے، وہ بالآخر مرتد طریقت ہو کر تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کتنے ہی لوگوں کو بلندیوں سے پستیوں میں گرتے ہوئے دیکھا۔ الامان! شیخ کے مقابلے میں برتری کا احساس شیطان کا بدترین جال ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ سے مقام و مرتبت میں کہیں آگے تھے اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی اس کی تصدیق فرمائی لیکن شاگرد کے لئے استاد سے برتری کا خیال سوئے ادب تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا: کیا کسی مرید کا مرتبہ اپنے مرشد سے بھی بلند ہو سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں، جنید کا مرتبہ مجھ سے بھی بلند ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں کس قدر وسعت تھی! اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوتا ہے جب حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا اعتراف کیا۔

رحمت باری تعالیٰ سے مایوسی شیطانی فریب ہے

انسان کو ہر وقت اپنے گناہوں پر لرزاں و ترساں رہنا چاہیے۔ لیکن تلبیسات ابلیس میں ایک فریب یہ بھی ہے کہ وہ کثرت گناہ پر عقوبت کا اس قدر خوف طاری کر دیتا ہے کہ رجا کا پہلو نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ کسی خوشخبری کے باوجود انسان مایوسی کا شکار ہو کر ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ کچھ اسی طرح کی کیفیت

سے دوچار ایک نوجوان حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر کہنے لگا:

''حضرت مجھ سے ایک گناہ عظیم ہو گیا ہے اور اب کسی پل بھی چین نہیں۔ خدا کے حضور معافی مانگتا ہوں، گڑگڑاتا ہوں لیکن دل مطمئن نہیں۔ نہ جانے میری توبہ قبول بھی ہوگی یا نہیں۔ آپ کو خدا کا واسطہ مجھے توبہ کی حقیقت سے آگاہ کریں۔''

شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا:

''نوجوان! توبہ کا مطلب یہ تو نہیں کہ تو اپنا گناہ ہی بھول جائے''۔

یہ سن کر نوجوان بیچارگی سے مزید رونے لگا اور آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر بولا:

''گویا میں گناہ کر کے ایک دلدل میں اتر گیا ہوں اور میرا نکلنا دشوار ہی نہیں، ناممکن ہے۔ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنا میرا مقدر بن چکا ہے''۔

شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کچھ کہنے کی بجائے اسے خاموشی سے دیکھتے جا رہے تھے۔ نوجوان نے آنسو بھرا چہرہ اٹھا کر دوبارہ لرزتی ہوئی آواز میں شیخ سے پوچھا:

''لیکن میں نے توبہ کا مطلب یہ سنا ہے کہ آدمی اپنے گناہ بھلا دے، کیا یہ درست ہے؟''

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں زیر تربیت تھے اور مسلسل توجہ سے نوجوان اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ اس سے پیشتر کہ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ بول پڑے:

''تو نے سچ سنا ہے، توبہ کا مطلب یہی ہے کہ انسان گناہ بھلا دے''۔

یہ بات سن کر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ناپسندیدگی کے عالم میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر نظر ڈالی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس نظر کا مفہوم سمجھ گئے لیکن سر جھکا کر ادب سے بولے:

''میں خیال کرتا ہوں یہ بات برحق ہے کہ اگر ایک انسان کا اللہ سے تعلق خراب ہو جاتا ہے اور وہ توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے پروردگار کو منائے اور دل میں مطمئن ہو جائے تو اس کا مطلب ہوا کہ تعلق دوبارہ استوار ہو گیا۔ اب پرانے حالات کو بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے اور اپنی پہلی حالت کا خیال دل میں لانا اچھا نہ ہوگا''۔

شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت سنی تو فرمایا: ''جنید میرے بیٹے! تو نے سچ کہا، میں واقعی غلطی پر تھا۔''

كَلِّمُ عَلَى النَّاسِ کے فرمان کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں وعظ و نصیحت کی مسند سنبھال لی اور یہ فریضہ اس طرح ادا کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت اکناف و اطراف میں پھیل گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فصاحت و بلاغت سے ایک عالم کو فیض یاب کیا، تعلیمات نبوی ﷺ کے گوہر لٹائے اور بے شمار لوگوں کی ظاہری اور باطنی اصلاح ہوئی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب القاء و الہام کے تابع ہوتا۔ جب گذارش کی جاتی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو ارشاد فرمایا، وہ دہرا دیں تو فرماتے:

''اللہ تعالیٰ نے وہ الفاظ میرے منہ میں ڈال دیئے اور زبان کو گویائی عطا کر دی۔ نہ وہ الفاظ کتابوں سے حاصل ہوئے، نہ کسی تعلیم سے بلکہ محض عنایت الٰہی سے ملے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی سوال کا جب دوبارہ جواب دیتے تو انداز مختلف ہوتا اور نئے مفاہیم کھلتے۔ ابن سُریج رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

''اے جنید! آج تمہارے بتانے سے پہلے میں نہ جانتا تھا کہ ان سوالوں کا جواب کیونکر دیا جا سکتا ہے؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے یہ بات میرے دل میں ڈال دی اور میرے منہ سے الفاظ کہلوا دیئے''۔

انہوں نے دریافت کیا: ''یہ بصیرت کیسے حاصل ہوئی؟''

فرمایا: ''یہ نتیجہ ہے میرے چالیس سال تک اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کا''۔

کلام کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کَلَامُ الْاَنْبِیَاءِ نَبَأٌ عَنِ الْحُضُوْرِ وَکَلَامُ الصِّدِّیْقِیْنَ اِشَارَۃٌ عَنْ مِنْہُ

انبیاء علیہم السلام کا کلام بارگاہ رب العزت سے مستند اور یقینی خبر ہوتا ہے اور صدیقین یعنی اولیا کا کلام اس درگاہ سے آنکھ کا اشارہ ہوتا ہے۔

اظہار کرامت پر ناپسندیدگی

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات میں کثرت سے کرامات کا بھی ذکر ملتا ہے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ خود کرامات کے اظہار کو ناپسند کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں میں حضرت ابوالحسین احمد بن محمد النوری رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست تھے اور دونوں بزرگوں میں خاصی بے تکلفی پائی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ انہیں ملنے گئے تو وہ تلاوت میں مصروف تھے اور ان کے جسم سے اس قدر روشنی پھوٹ رہی تھی کہ حجرہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' احمد! اس تماشے کی کیا ضرورت تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ نور عطا کرنے والے کا کام ہے کہ وہ اس بات کو جانے! اگرچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس جواب سے لاجواب ہو گئے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مزاج تھا کہ اعتدال کی روش پسند فرماتے تاکہ صوفی کی زندگی عام لوگوں سے مختلف نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی کرامت نگاہوں کی وہ تاثیر تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس پر نظر ڈالتے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی۔ خواب میں آقائے نامدار ﷺ کے فرمان کے تحت جب منبر ارشاد سنبھالا تو اثر پذیری کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے کئی لوگوں کو بے ہوشی کے عالم میں اٹھایا جاتا۔

حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک معروف شیخ ہیں جن کا تعلق رؤسا اور وزرا کے گھرانے سے تھا۔ ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے ان کا گزر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: ''اِسْمَعْ یَا ھٰذَا'' ارے سن! حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے خیال کیا شاید ان سے کہا گیا ہے۔ وہیں بیٹھ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات غور سے سننے لگے۔ بیان ختم ہوا تو مال و دولت اور گھربار چھوڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کر لی اور توحید میں وہ درجہ پایا کہ وقت آخر ان کی زبان پر یہ شعر تھا:

وَحَقِّكَ لَا نَظَرْتُ اِلٰی سِوَاكَ
بِعَیْنِ مُوَدَّۃٍ حَتّٰی اَرَاكَ

قسم ہے تیرے حق کی! نہ تیرے سوا میں نے کبھی کسی کو محبت کی آنکھ سے دیکھا اور نہ دیکھوں گا' جب تک کہ تجھے نہ دیکھ لوں۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ایک مرید کیفیات جذب نہ کر سکا تو اس نے اللہ ہو کا نعرہ بلند کیا۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سخت بیزاری کا اظہار کیا اور مرید کو پاس بلا کر ہدایت کی کہ آئندہ اس کم ظرفی کا مظاہرہ کرنے سے پہلے محفل سے اٹھ کر باہر نکل جائے۔ تھوڑی دیر بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہیں سے سلسلہ کلام شروع کیا جہاں سے مرید کی دخل اندازی کے سبب ٹوٹا تھا۔

جوں جوں آپ رحمۃ اللہ علیہ درس دیتے جاتے' اللہ ہو کا نعرہ لگانے والا مرید بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ زبان پر قابو رکھنے کی بہت کوشش کرتا رہا مگر ضبط کا یارا نہ رہا اور دوبارہ اللہ ہو' اللہ ہو پکارنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی یہ دخل اندازی بری لگی اور دکھ کے ساتھ اس سے کہا' کم ظرف لوگوں کو چاہیے کہ ایسی مجالس میں نہ آئیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان کی طرف دیکھا تو وہ نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہیں گر گیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ صرف اپنے خاص مریدوں کو ہی شریک محفل فرماتے اور کسی پر نگاہ ڈالتے ہوئے توجہ میں احتیاط فرماتے۔

علم غیب خاصہ خداوندی ہے

اکرم التفاسیر
امیر محمد اکرم اعوان
16-04-10

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝٥٠ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝٥١ (سورۃ الانعام آیات 50-51)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ترجمہ: ان آیات مبارکہ کا سادہ سا ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے نبی ﷺ آپ انہیں یہ فرما دیجئے کہ میں نے تم سے یہ کبھی نہیں کہا کہ اللہ کے خزانے میرے قبضے میں ہیں نہ میں نے کبھی کہا ہے کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میرا دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ ہاں میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ میں وحی الٰہی کا اتباع کرتا ہوں۔ میں وہ کہتا ہوں وہ کرتا ہوں جو اللہ مجھے وحی فرماتا ہے اور یہ فرما دیجئے کہ اندھا اور دیکھنے والا کبھی برابر نہیں ہوتے۔ کیا اس پر یہ غور نہیں کرتے اور ان لوگوں کو آخرت کے خطرات یا بے عملی کے نتائج سے بروقت اطلاع کر دیجئے۔ جنہیں یہ یقین ہے کہ انہیں پروردگار کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ نہ کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی سفارش کرنیوالا تاکہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔

تفسیر: مشرکین مکہ کو بہت سے اعتراضات تھے جن میں یہ باتیں بھی تھیں کہ یہ اگر اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو پھر یہ عام آدمی کی طرح کیوں رہتے ہیں ان کا لباس بھی عام آدمی کا ہے، کھاتے پیتے بھی عام آدمی کی طرح ہیں، ان کی معاش بھی عام آدمی کی طرح کی ہے، تو کوئی ان میں تفریق ہوتی اگر اللہ کے رسولؐ ہوتے تو اللہ کے خزانے ان کے پاس ہوتے ان کے مکان بڑے عالیشان ہوتے پھر نوکر چاکر ہوتے دولت کے انبار لگے ہوتے۔ اللہ کے پاس کون سی کمی ہے یا پھر انہیں علوم غیبی پر دسترس ہوتی اور لوگوں کو بتاتے کہ تمھارا کیا سنور رہا ہے اور کیا بگڑ رہا ہے۔ کسی کو بتاتے کہ یہ سودا خرید لو اس میں منافع ہے یا کسی کو بچے کی خوشخبری دیتے۔ ہمارے امور میں ہمارے رہنمائی کرتے غیبی علوم کے ذریعے اور یا پھر یہ فرشتہ صفت ہوتے نہ کھاتے نہ پیتے نہ نیند آتی فرشتوں کی طرح صرف ذکر اللہ پہ زندہ رہتے فرمایا: انہیں کہہ دیجئے میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ اللہ کے خزانے میرے قبضے میں ہیں یا تم میرے پاس آ ؤ گے تو

میں تمہیں دولت دوں گا، خزانوں کے دروازے کھول دوں گا اور یہ بھی نہیں کہا کہ امور غیبیہ میرے قبضے میں ہیں یہ میرا دعویٰ نہیں ہے اور یہ بھی میرا دعویٰ نہیں ہے کہ میں فرشتہ ہوں انسان نہیں ہوں ہاں میرا دعویٰ یہ ہے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ میں وہ کام کرتا ہوں جو اللہ مجھے وحی کرتا ہے یہ اعتراض اگر تم کرتے کہ ہمیں تو یہ سناتے ہیں کہ اللہ کا یہ حکم ہے اور خود اس طرح نہیں کرتے میرے عمل میں اگر تم تضاد پاتے، تم یہ دیکھتے کہ ہمیں تو یہ فرماتے ہیں، میں اللہ کا نبی ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے، اللہ نے یہ کام اس طرح سے کرنے کا مجھے حکم دیا اور خود نہیں کرتے تو پھر تمہارا یہ سارا اعتراض بجا تھا۔ رہی یہ بات کہ اللہ کریم نے کس کس کو کتنا دیا ہے یہ اللہ کی اپنی مرضی ہے ایک بات طے ہے کہ جتنے علوم جتنی برکات، جتنی نعمتیں اللہ کریم نے عالم تخلیق میں کسی کو دی ہیں ان سب کو بھی جمع کیا جائے تو جو کچھ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بخشا ہے وہ سب سے زیادہ ہے چونکہ حضور ﷺ نبیوں کے بھی نبیؐ ہیں اور امام ہیں۔ دنیا میں جو کچھ تقسیم ہوا وہ کم ہے حضور اکرم ﷺ کے خزانے ان سے زیادہ ہیں لیکن معیار یہ دار دنیا نہیں ہے کسی کی نیکی کا ہمارے ہاں تو یہی رواج ہو گیا ہے کہ ہم ولی بھی اسی کو سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس جائیں تو وہ غیب کی خبریں بتائے یا پھر ہم جائیں تو ہمیں دولت مل جائے اولاد مل جائے روزگار مل جائے بیماری سے صحت مل جائے یہ وہ فلاسفی ہے جو مذاہب باطلہ کی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی باطل مذاہب ہیں جتنا بھی کفر ہے ان سب کی بنیاد یہی ہے ہر شخص نے کچھ نہ کچھ دین تو گھڑ رکھا ہے دین کے نام پر کچھ رسومات گھڑ رکھی ہیں۔ دنیا کے سارے باطل مذاہب کا آپ مطالعہ کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ہر رسم کے بدلے کوئی نہ کوئی انہوں نے دنیاوی انعام رکھا ہوا ہے یہ کرو گے تو یہ دنیا کا کام ہو جائیگا۔ یہ رسم کرو گے تو دنیا کا یہ کام ہو جائیگا یہ رسم کرو گے تو بیماری ٹھیک ہو جائے گی یہ رسم کرو گے اس بت کی پوجا کرو گے تو دولت ملے گی اس کے پاس جاؤ گے تو اولاد ملے گی یعنی دنیا کو ان رسومات سے نتھی کر رکھا ہے۔

دین حق میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مخلوق پیدا کرنے سے پہلے خالق نے سب کا رزق تقسیم کر دیا علم تقسیم کر دیا سب کے حصے کی چیزیں تقسیم کر دیں اور سیاہی خشک ہو گئی ہر ایک نے اپنا حصہ دنیا میں لینا ہے اپنے حصے کی ہوا استعمال کریگا اپنے حصے کی روزی استعمال کریگا اپنے حصے کا رزق کھائے گا اور اپنے وقت پر چلا جائیگا۔ کتنی مخلوق گزر چکی ہے اگر گزرنے والے اپنا ایک ایک دانہ بھی چھوڑ کر مرتے تو شاید آج زمین پر غلے کے انبار ہوتے اور ایک ایک دانہ فالتو کھا جاتے تو شاید آج زمین پر کچھ بھی نہ ہوتا ہر کوئی اپنے حصے کا رزق کھاتا ہے خزائن اللہ سے یہاں مراد دنیا کے امور ہیں یہ بھی تو اللہ ہی کے خزانے ہیں اب یہ بات نتھی کر لینا کہ ہم آپ کو نبی تب مانیں گے کہ ہمارے گھر دولت سے بھر دیئے جائیں اور ہمارے پاس سونے چاندی کے ڈھیر لگ جائیں تو فرمایا یہ تو کوئی شرط نہیں ہے رزق کی کمی بیشی کسی کے پاس اقتدار ہو یا نہ ہو، صحت بیماری یہ ایک الگ نظام ہے اور یہ ساری مخلوق کے لئے ہے اس میں ایسے جانور بھی ہیں جو ہفتہ ہفتہ بھر بھوکے رہتے ہیں اس کے بعد ملتا ہے تو ہفتے کا کھا لیتے ہیں ایسے پرندے بھی ہیں جن کا کوئی خزانہ نہیں جن کا کوئی گھر نہیں۔ کہیں انہوں نے غلہ لے کر رکھا ہوا نہیں صبح اٹھتے ہیں خالی پیٹ ہوتے ہیں۔ دن بھر چلتے پھرتے ہیں شام کو پیٹ بھر کر سوتے ہیں اسی طرح انسانوں میں بھی رزق تقسیم ہو چکا ہے اور وہی ملتا ہے جو ان کے مقدر کا ہے کیونکہ بندے کا رزق حضور ﷺ فرماتے ہیں دو طرح کا ہے ایک وہ ہے جو اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا دوسرا وہ ہے جو اس نے کھا لیا، پہن لیا استعمال کر لیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ کسی اور کا ہے۔ وہ خواہ مخواہ خزانہ سنبھال کے بیٹھا ہے وہ مر جائیگا ورثاء میں تقسیم ہو جائیگا۔ چور لے

جائیں گے وہ کسی اور کا ہے اس کا اپنا نہیں۔ اس کا تو وہ ہے جو اس نے استعمال کر لیا۔ یا اللہ کی راہ میں خرچ کر لیا۔ اس کا اسے اجر ملے گا۔ تو یہ شرط درست نہیں ہے کہ جی ہم تو تب مانیں گے کہ اگر ہم کلمہ پڑھیں تو ہمارے گھر دولت کے انبار لگ جائیں۔ نہیں! فرمایا میں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں چونکہ غیب جاننا خاصہ خداوندی ہے اللہ کی ذات ایسی ہے جو غیب جانتی ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کو بڑے امور غیبیہ عطا کئے گئے اور جتنے کائنات میں تقسیم ہوئے اس میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کو عطا ہوئے اللہ کی ذات سب سے بڑا غیب ہے حضور نے کائنات کو اللہ سے آشنا کر دیا۔ فرشتے غیب ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرشتوں کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔ جنت و دوزخ غائب ہے ہمارے سامنے نہیں ہے لیکن حضور اکرم ﷺ نے ہر کلمہ گو کو اس کے بارے بتا دیا، بے شمار امور غیبیہ ہیں۔ جن پر عام آدمی کو بھی اطلاع دے دی گئی خود حضور ﷺ کے علوم کا احاطہ نہیں لیکن جو غیب انبیاء و رسل کے پاس ہوتا ہے یا اللہ کے بندوں کے پاس ہوتا ہے وہ ہوتا ہے اطلاع عن الغیب یعنی اللہ انہیں اس غیب پر مطلع کر دیتا ہے اس کی انہیں اطلاع کر دیتا ہے وہ علم غیب نہیں ہوتا وہ ان کے پاس غیب کی اطلاع ہوتی ہے یہ بالکل ایسے ہے جیسے ہم اب یہاں بیٹھے ہیں۔ امریکہ میں واقعہ ہوتا ہے ایک بندہ مجھے ٹیلیفون کر کے بتاتا ہے کہ یہاں یہ واقعہ ہوا اب یہ سمجھنا کہ میں آپ کو غیب کی خبر دے رہا ہوں۔ نہیں بلکہ اس غیب پر مجھے اطلاع ملی اس لئے میں آپ کو بتا رہا ہوں تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے پاس جو علوم ہوتے ہیں وہ اطلاع عن الغیب ہوتے ہیں۔ غیب وہ ہوتا ہے جو کسی بھی ذریعے سے پتہ نہ چلے خود ذاتی طور پر پتہ ہو اور یہ جاننا صرف اللہ کی خصوصیت ہے اللہ کو کسی کی احتیاج نہیں کہ وہ کسی کے بتانے سے جانے گا وہ عالم الغیب ہے وہ ذاتی طور پر جانتا ہے جو ہو چکا۔ وہ بھی جانتا ہے جو ہو رہا ہے وہ بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا وہ بھی جانتا ہے، اللہ کے علوم میں ماضی، حال، مستقبل نہیں ہے۔ اللہ کا علم حضوری ہے، غیب بھی اس کے سامنے حاضر ہے گزشتہ کا جو ہے وہ بھی حاضر ہے اور آنے والا بھی اس کے سامنے حاضر ہے اور جو موجود ہے وہ بھی اس کے سامنے حاضر ہے اور یہ صرف اللہ جل شانہٗ کی خصوصیت ہے اس میں وہ واحد ہے، لاشریک ہے کچھ ذرائع لوگوں نے بنائے، علوم ظاہریہ کو جاننے کے لئے اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ تو یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو شیطان سے مصاحبت ہو جاتی ہے اور شیطان کچھ نہ کچھ باتیں ان کے دلوں میں ڈالتا رہتا ہے قرآن کریم میں آتا ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ (الانعام 121) شیطان اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہیں۔ اب یہ شیاطین روئے زمین پر پھرتے رہتے ہیں، اِدھر اُدھر کی باتیں سنتے رہتے ہیں۔ ایک واقعہ کہیں ہوا۔ ایک شیطان نے دوسرے کو بتایا، اس نے اپنے کسی دوست کو ساتھی کو بتایا یا اس نے یہاں بات کر دی کہ فلاں جگہ یہ ہوا ہے۔ اب لوگوں نے سمجھا یہ بڑا غیب دان ہے۔ غیب کی ایک قسم یہ ہے لیکن یہ سارے غیب آسمان کے نیچے نیچے ہیں اور شیطان جس سے بات کرتا ہے ظاہر ہے اللہ نے اسے شیطان کا دوست کہا ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ اپنے دوستوں سے شیاطین باتیں کرتے ہیں اس کا مطلب ہے اس بندے کا کردار بھی شیطانی ہوگا، اس کا کھانا بھی حلال نہیں ہوگا، اس کے اعمال بھی کافرانہ ہوں گے اور برے ہوں گے اور وہ بدکار بھی ہوگا اور غلیظ بھی ہوگا، یہ ساری چیزیں اس میں ہوں گی۔ دوسرا ہے انسانوں کے ایجاد کردہ جفر رمل ان کی حیثیت ایسی ہے جیسے علم طب یا میڈیکل سائنس انسان کو اللہ نے سکھائی، اب بدن میرا ہے، آپ کا ہے، ہمیں نہیں پتہ، ہمیں صرف یہ پتہ ہے کہ مجھے بخار ہے، کیوں ہے؟ ڈاکٹر چیک کرتا ہے، کبھی وہ کہتا ہے وائرل انفیکشن ہوئی ہے، کبھی کہتا ہے آپ کو مچھر نے کاٹا

ہے، اس لئے بخار ہو گیا ہے، کبھی کہتا ہے آپ نے فلاں چیز کھالی ہے، بے موسم کا فروٹ تھا وہ آپ کو راس نہیں آیا اس سے بخار ہو گیا۔ اب بیمار ہم ہیں جانتا وہ ہے لیکن اس کا یہ جاننا صحیح بھی ہو سکتا ہے۔ غلط بھی ہو سکتا ہے، ڈاکٹر کو بھی دھوکا لگ سکتا ہے، طبیب کو بھی دھوکا لگ سکتا ہے ہو سکتا ہے جو وہ سمجھا وہ نہیں کوئی اور بیماری ہو۔ یہ ہمارا بارہا کا تجربہ ہے۔ ڈاکٹروں کو دکھاتے اور لیبارٹری سے چیک کرواتے ہیں برسوں علاج کرواتے پھر کہتے سب کو غلطی لگی اصل مرض تو کوئی اور تھا عموماً یہ تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

اسی طرح جفر و رمل اور دست شناسی، چہرہ شناسی اور یہ لکیریں پڑھنا یہ سب اندازے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ان علوم پر اگر کوئی یقین کرلے تو اس کا اسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے اور اگر بطور ایک فن کے جانتا ہے تو اچھی بات ہے علم غیب نہیں ہے یہ انسانی اندازے ہیں۔ یہ صحیح بھی ہو سکتے ہیں یہ غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ ان سے زندگی کی راہیں متعین نہیں کی جاسکتیں پہلے یہ رواج ہندوؤں میں بہت تھا ہندوستانی جتنے حکمران تھے۔ سب نے اپنے جوتشی رکھے ہوئے تھے اور وہ جو جو انہیں حساب کر کے بتاتے تھے اس کے مطابق وہ عمل کرتے تھے۔ اب اللہ ہمیں معاف کرے، اب پاکستانی حکمرانوں میں بھی بہت زیادہ ہے اور میں سمجھتا ہوں شائد کوئی پاکستانی ایسا ہو جس نے نہ رکھے ہوں ورنہ ہمارے وزراء اعظم صدر صاحب نے اپنے اپنے رملی جوتشی رکھے ہوئے ہیں اور وزراء نے انہیں پرل کانٹینٹل میں کمرے دیئے ہوئے ہیں۔ صدر صاحب نے پریذیڈنٹ ہاؤس میں رکھے ہوئے ہیں۔ اب وہ ان کی رہنمائی کرتے ہیں اب یہ کردو اب وہ کردو جس کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پورا ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ نہ بجلی ملتی ہے نہ کھانے کو ملتا ہے نہ روزگار ملتا ہے نہ انصاف ملتا ہے نہ کسی کی جان کا تحفظ ہے ہر چیز تباہ ہو رہی ہے لوگو! خدا کا خوف کر دیا تو کلمہ تم چھوڑ دو اگر کلمہ پڑھا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ سے مشورہ لو، قرآن سے مشورہ لو، اللہ کے احکام کی پیروی کرو کہ تم آباد ہو سکو یہ رملیوں، نجومیوں، جوتشیوں، فالیوں نے تو ہمیں تباہ کر دیا اور کتنی حیرت کی بات ہے کہ کافروں کی طرح مسلمان حکمران بھی ان رملیوں، نجومیوں اور جوتشیوں کے مشورے پر کام کئے جا رہے ہیں اس کا نتیجہ پورا ملک بھگت رہا ہے تو علم غیب خاصہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے وہ جاننے کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہے وہ ذاتی طور پر ہر شے کو جانتا ہے اور نبیوں کو اپنے نیک بندوں کو بتا دیتا ہے اب موسیٰ کی والدہ کو بتا دیا کہ بچے کو دریا میں ڈال دو میں اسے تمہیں واپس بھی دونگا اور اسے بھی اپنا رسول بناؤں گا اور وہ عظیم انسان ہو گا وہ غیب تھا۔ موسیٰ تو اسی وقت پیدا ہوئے تھے کوئی پتہ نہیں تھا یہ سارا غیب تھا لیکن اللہ نے انہیں غیب پر اطلاع دے دی اسے کہتے ہیں اطلاع عن الغیب تو وہ ولیہ تھیں۔ نبی تو نہیں تھیں۔ اسی طرح عیسیٰ کی والدہ کو حکم دیا کہ بولنا نہیں اور بچے کو لے کر جاؤ یہ خود بات کرلے گا۔ انہوں نے عرض کی یا اللہ یہ تو معصوم بچہ ہے فرمایا اسے لے جاؤ یہ بات کرلے گا وہ لائیں تو لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے یہ بچہ کہاں سے لیا آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی اور آپ مسجد میں پلی بڑھی تھیں آپ کے تو والدین بڑے نیک و پارسا تھے۔ یہ بچہ کہاں سے لیا؟ انہوں نے کہا میرا تو چپ کا روزہ ہے۔ پچھلی اُمتوں میں چپ کا بھی روزہ ہوتا تھا۔ کہ خاموش رہا جائے انہوں نے کہا میرا تو روزہ ہے میں نہیں بولوں گی، اس بچے سے بات کرلو انہوں نے کہا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ (سورۃ مریم آیت 29) اس سے ہم کیا باتیں کریں یہ تو چھوٹا بچہ ہے ایک دن کا پنگھوڑے میں پڑا ہے تو اس سے ہم کیا بات کریں عیسیٰ نے فرمایا انی عبد اللہ اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے اللہ نے مجھے بھیجا ہے اور مجھے یہ کام کرنے کا حکم دیا ہے حضرت مریم کو تو یہی فرمایا تھا کہ بچے کو لوگوں کے سامنے لے جاؤ یہ

خود بتادے گا یہ بھی تو غیب تھا۔ لیکن اللہ نے حضرت مریم کو غیب کی اطلاع دے دی۔ تو اس طرح اگر اولیاء سے ثابت ہے تو انبیاء تو بہت عظیم ہستی ہوتے ہیں انبیاء کے علوم کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا ہے حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی نے بحث بھی کرنی ہو تو کسی نبی کو موضوعِ بحث نہ بنایا جائے۔ خصوصاً حضور اکرم ﷺ کا نام نامی لے کر آپ کی ذات کو سامنے رکھ کر بحث نہ کی جائے۔ اس میں بے ادبی کا اندیشہ ہے اور حضور ﷺ کی بے ادبی کفر ہے سب نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں یہ کہنا کہ حضور ﷺ جانتے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے تو یہ گستاخی ہے اور یوں کہو کہ علم غیب اللہ کا خاصہ ہے اور انبیاء اولیاء کو اپنے بندوں کو جو بتادے وہ اطلاع عن الغیب ہے اور جتنی اطلاع عن الغیب کائنات بسیط میں انبیاء و رسل کو ہوئی وہ سب علوم بھی جمع کیے جائیں تو حضور ﷺ کے علوم ہی ماوراء ہیں اس لئے کہ حضور ﷺ نبیوں کے بھی نبی ہیں حضور ﷺ کی شان کی بلندی بتانا ہماری یہ حیثیت نہیں کسی چیز کو تولنے کے لئے کچھ وزن کے پیمانے چاہئیں۔ بھلا حضور ﷺ کی شان کون ناپ سکتا ہے؟ اور یہ معیار مقرر کرنا بھی اپنے علوم کی حد کے اندر ہے جو چیز ہمارے علوم سے وراءُ الوراء ہو جسے ہم سوچ بھی نہ سکتے ہوں اس کی حدود ہم کیسے متعین کر سکتے ہیں؟ عظمت پیمبر ﷺ کو تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ ایک ولی جو حضور ﷺ کا خادم ہوتا ہے اس کی ولایت کی حدود کو سوچنا ممکن ہی نہیں ہے اس حد تک وسعت ہے ولایت الٰہی کی۔ ولایت الٰہی میں اتنی وسعت ہے کہ ولی اللہ کے مراتب منازل شروع ہوتے ہیں وہ ترقی کرتا رہتا ہے، اس کو برزخ میں ترقی ملتی ہے، آخرت میں ملتی ہے، جنت میں اہل جنت کے مقامات روزانہ ہر لحظہ بلند ہوتے رہیں گے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ﴿٢٩﴾ (سورۃ الرحمٰن) ہر دن نیا دن ہوگا، نئی باتیں، نئی لذتیں، نئے مقام ہوں گے۔ آج یہاں بیٹھا کون اندازہ کر سکتا ہے کل اسے جنت میں اتنا اتنا ملے گا؟ کیا میں اور آپ کر سکتے ہیں؟ تو جب ہم ایک عام مسلمان کا اندازہ نہیں کر سکتے تو نبی کریم ﷺ کی شان میں ترازو لے کر بیٹھے ہیں! یہ تو زیادتی ہے یہ تو ظلم ہے اور لوگوں میں عام ہو چکا ہے۔ اب اس سے بڑی بے باکی اور جرأت کیا ہوگی کہ لوگ اعلان کر رہے ہیں کہ ہمارے صحن میں نبی کریم ﷺ کا مبارک قدم لگا ہوا ہے پانچ چھ فٹ کا لوگوں نے ایک نشان بنالیا ہے اس پہ شیشے چڑھا دیئے ہیں۔ لوگ زیارت کو جا رہے ہیں اللہ کے بندو! نبی کریم ﷺ کا یقینی تحفہ کلام الٰہی ہے۔ قرآن سے بڑھ کر کون سا ہے؟ کوئی لفظ قرآن میں ایسا ہے جو حضور اکرم ﷺ نے نہ فرمایا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی سب سے اعلیٰ نشانی قرآن کریم کی صورت میں موجود ہے جس میں دو مزے ہیں کہ کلام اللہ جلّ شانہٗ کا ہے اور ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے قرآن اس کتاب کا نام نہیں ہے ان کاغذوں کا نام نہیں ہے۔ اس سیاہی اور ان ٹنڈوں، گھیروں کا نام نہیں ہے۔ قرآن نام ہے ان مفاہیم کا جس کا یہ الفاظ اظہار کرتے ہیں وہ سارے اللہ کریم کی طرف سے نازل ہوئے اور یہ سارے الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلے۔ آپ ﷺ کی مبارک اور پاک زبان اور آپ ﷺ کے لب ہائے مبارک سے نکلے اسے تو لوگ پڑھتے نہیں۔ پڑھ نہیں سکتے تو اسے چومتے ہی رہو، اس کی زیارت ہی کرتے رہو۔ اسے پڑھو اس سے بڑی کوئی نشانی محمد رسول اللہ ﷺ کی موجود ہے کائنات میں؟ اتنا بڑا ذخیرہ آپ کے ارشادات عالیہ کا حدیث شریف کا موجود ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ کی نشانیوں کی زیارت کرنی ہو تو حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کی کرو جن کی تصدیق مسلم ہے جن کا پتہ ہے اور کہیں کسی نے صحن میں خود ہی گڑھا بنالیا۔ اور اعلان کر دیا یا کہیں شیطان نے گڑھا بنا دیا تم اس کی پوجا میں بھاگ پڑو گے؟ مسلمان ہو کہ کیا بلا ہو؟ کچھ خدا کا خوف کرو۔ کچھ نبی کریم ﷺ سے حیا کرو۔ جن لوگوں کو عقائد کی خبر نہیں، اعمال کی خبر

نہیں، کردار کی خبر نہیں، ان کے ہاں قدم مبارک لگ گئے بھئی کمال ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین رحمہم تین صدیوں تک چلتا رہا خیر القرون قرون ثلاثہ۔ کسی کو کوئی قدم مبارک نہیں ملا۔ یہ آج کون سے ایسے بندے آگئے ہیں جو صحابہ کرامؓ سے بھی عظیم ہیں ان کے گھروں میں قدم مبارک لگے اور بھاگنے والوں کو دیکھو وہ مسجد تک نہیں جاسکتے بیبیاں گھروں میں وضو کر کے سجدہ نہیں کرتیں اس کے لئے بسیں بک ہورہی ہیں اور لوگ بھاگ رہے ہیں وہاں جا کر بھی نہ کسی کا وضو ہے نہ نماز پڑھی نہ کوئی شرم ہے نہ حیا۔ خدا کا کوئی خوف کرو۔ خوب پہچانا بھئی آپ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو۔

تو فرمایا اے میرے حبیب ﷺ انہیں کہہ دیجیے کہ میں کوئی غیب کی خبریں دینے کے لئے مبعوث نہیں ہوا کہ میں بتاؤں کہ تم فلاں نمبر کے جوئے لگا دو تم جیت جاؤ گے۔ غیب کی خبریں جاننے کے لئے بھی لوگوں کی خواہشات تو یہ ہوتی ہیں کہ فلاں چیز تم اس وقت خرید لو تمہیں اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔ فلاں جگہ تمہارا بیٹا نوکر ہو جائے گا فلاں جگہ تمہیں یہ مل جائے گا وہ مل جائے گا۔ فرمایا یہ دنیا کے امور طے شدہ ہیں خالق جانے اس کی مخلوق جانے۔ اور میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ میں فرشتہ ہوں۔ حالانکہ فرشتے آپ کے در کے غلام ہیں لیکن فرمایا میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں فرشتہ ہوں کہ میں لباس بھی نہ پہنوں یا میں تمہیں نظر نہ آؤں اور نہ میں کھاؤں پیوں۔ میں تو اللہ کا بندہ ہوں اس کا نبیؐ ہوں اور اس کا رسولؐ ہوں یہ میرا دعویٰ ہے کہ میں جو تمہیں بتارہا ہوں یہ اللہ نے مجھ پر وحی کیا ہے اب یہ امتحان کی جگہ ہے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ نے مجھ پر یہ وحی کی ہے، خود اس پر عمل نہیں کرتا تو تم اعتراض کر سکتے ہو کہ ہمیں کہتے ہیں یہ اللہ کا حکم ہے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے اور اب تو ہم مولویوں میں یہ بھی بہت ہوگیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے قرآن کریم میں بھی آتا ہے یہ موضوع کہ اللہ کے نیک بندے جنت میں چلے جائیں گے۔ دوزخی، دوزخ میں چلے جائیں گے کچھ لوگ ہوں گے جو جنت جانے کے قابل تو نہیں ہوں گے، دوزخ میں بھی نہیں جائیں گے، وہ درمیان میں بیٹھے ہوں گے۔ اسے اعراف کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے وہ جنت کی طرف دیکھیں گے، بڑے بڑے محلات ہوں گے اور باد بہاری چل رہی ہوگی، لوگ موج کر رہے ہوں گے، قیمتی لباس ہوگا، انواع و اقسام کی غذائیں ہوں گی تو ان کی بڑی خواہش ہوگی، وہ چاہیں گے کہ اللہ انہیں بھی جنت میں بھیج دے۔ دوسری طرف دیکھیں گے تو دوزخیوں کو دیکھیں گے اور کہیں گے کہ یا اللہ ان سے پناہ دے پھر وہ دوزخیوں سے بات کریں گے کہ تم تو کہتے تھے یہ لوگ تو بڑے بے کار ہیں اور یہ تو وضو ہی کرتے رہتے ہیں اور سجدے ہی کرتے رہتے ہیں ان کے پاس تو دولت بھی نہیں ہے ان کو کون پوچھتا ہے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ تو اب جنت میں موج کر رہے ہیں اور تمہارا یہ حشر ہے تو وہ دوزخی اہل جنت میں سے جس جس کو پہچانتے ہوں گے اسے پکار کر کہیں گے أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ (سورۃ الاعراف آیت 50) کچھ کھانے پینے کے لئے ہمیں بھی دے دو۔ دنیا میں تم ہمارے دوست تھے رشتہ دار تھے ہم عصر تھے اہل جنت انہیں کہیں گے إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ہم نہیں دے سکتے کہ یہ کافروں پر اللہ نے حرام کر دیا۔ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں یہ تمہارے لئے نہیں تم نے دنیا میں انہیں چھوڑ دیا تھا اس لئے اب نہیں پاسکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے اہل جنت۔ جنت سے دوزخیوں کو دیکھ بھی رہے ہوں گے پہچان بھی رہے ہوں گے، بات بھی کریں گے۔ دوزخی بھی جنت والوں کو دیکھ رہے ہوں گے، پہچان رہے ہوں گے۔

یہ حدیث شریف میں آتا ہے یہ مفہوم ہے کہ ایک شخص جہنم کے درمیان ہوگا۔ اس کا بڑا سا پیٹ ہوگا اور اس میں سانپ بچھو بھرے ہوں گے اور گرداگرد اور لوگ بھی بڑی تکلیف میں ہوں گے تو کچھ لوگ جنت کے اسے پہچان لیں گے اور کہیں گے مولانا آپ کہاں؟ ہم آپ کی باتیں

سن سن کر عمل کر کے جنت میں بیٹھے ہیں، آپ ہمیں بتاتے تھے یہ کرو یہ نہ کرو۔ ہم نے اس پر عمل کیا آج ہم جنت میں بیٹھے ہیں تم جہنم میں کیا کر رہے ہو؟ وہ کہے گا کاش جو میں تمہیں بتاتا تھا خود بھی اس پر عمل کرتا۔ میں تمہیں وعظ کرتا رہتا تھا خود بد معاشی کرتا تھا۔ تمہیں حلال کھانے کی تلقین کرتا تھا خود حرام کھاتا تھا تمہیں نیکی کی تلقین کرتا تھا خود کسی کے سامنے نماز پڑھ لی کسی نے نہیں دیکھا تو چھوڑ دی تمہیں بتاتا رہا میں نے عمل نہیں کیا۔ مولوی کا تو یہ حال ہو سکتا ہے لیکن نبی کریم ﷺ جو بتاتا ہے اس پر بعینہٖ عمل کرتا ہے یہ نبی کی شان ہوتی ہے اور اہل حق کی شان بھی یہی ہے کہ ان کا کردار اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق ہے یہ جاننا کہ جی ہم فلاں کے پاس گئے تو ہم امیر ہو گئے انہوں نے یہ غیب کی بات بتا دی یا فلاں تو فرشتہ ہے یہ درست نہیں۔ فرشتے تو خادم ہیں محمد ﷺ کے گھر کے۔

آپ ﷺ کی طبیعت مبارک بہت ناساز تھی حجرہ مبارک میں تھے۔ محبوبہ محبوب کبریا حضرت عائشہ الصدیقہؓ کی گود مبارک میں تھے سر سینہ مبارک سے ٹکایا ہوا تھا حضرت فاطمہ جگر گوشہ رسول ﷺ بھی وہاں جلوہ افروز تھیں دروازے کے باہر سے کسی نے اندر حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ حضرت فاطمہؓ نے جھڑک دیا کہ کون ہے؟ دیکھتے نہیں ہو حضور اقدس ﷺ کی طبیعت اقدس کتنی ناساز ہے اور تم اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہو تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ فرمایا بیٹا یہ تیرے باپ کا دروازہ ہے جہاں کھڑا ہو کر جو اجازت مانگ رہا ہے اس نے دنیا میں کسی سے اجازت نہیں مانگی یہ ملک الموت ہے۔ جبرائیل امین حاضر ہوئے تب ملک الموت کو اندر آنے کی اجازت حضور اکرم ﷺ نے دی۔ فرمایا بلیٰ وھو رفیق الاعلیٰ۔ ہاں ٹھیک ہے مجھے اللہ کے حضور جانا ہے۔ جس بارگاہ کی غلامی جبرائیل امین کریں جس میں بلا اجازت ملک الموت بھی داخل نہ ہو ان کی عظمت کہاں ہے اس کے باوجود فرمایا میں انسان ہوں میں فرشتہ نہیں ہوں کہ میں کھاؤں، پیئوں نہیں، میں چلوں پھروں نہیں، مجھے جوتے کی ضرورت نہ ہو، مجھے کپڑے کی ضرورت نہ ہو۔ ہاں میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں اور میں جو بات کہتا ہوں مجھے اللہ کریم وحی کرتے ہیں مجھے حکم دیتے ہیں مجھے بتانے کا۔ میں تب بتاتا ہوں اس پر ان سے بات کرو اس پر کہہ سکتے ہو کہ ہمیں تو کہتے ہو کہ یہ کام اس طرح کرو اور خود یہ کام اس طرح نہیں کیا پھر یہ بات جائز نہیں اور اگر میں جو بات کائنات کو بتاتا ہوں خود اس پر عمل کرتا ہوں تو پھر تمہارا اعتراض صحیح نہیں ہے پھر تم بے پر کی ہانک رہے ہو اور انہیں فرما دیجئے کہ تم اندھے ہو۔ ایمان بینائی کا نام ہے روشنی کا نام ہے۔ جس طرح بدن کی آنکھیں ہیں اسی طرح ایمان بھی آنکھ بن جاتا ہے، پھر اللہ کا رسول ﷺ رسول نظر آتا ہے۔ اسے عظمت الٰہی اللہ کی شان کے مطابق نظر آتی ہے احکام الٰہی کو حق سمجھتا ہے اللہ کی نافرمانی سے اسے ڈر لگتا ہے کہ تمہارے پاس تو وہ آنکھ ہی نہیں تمہارے پاس تو ایمان ہی نہیں تم تو اندھے ہو، اندھے اور صاحب نظر ایک جیسے نہیں ہو سکتے میں تو نظر بانٹنے والا ہوں۔ بلکہ جو میرے دامن رحمت سے وابستہ ہو جائے اس کی نگاہیں کھل جاتی ہیں آپ کسی چرواہے سے پوچھیں تو وہ روح کی بات کرتا ہے، عالم امر کی بات کرتا ہے، قیامت کی بات کرتا ہے، جنت دوزخ کی بات کرتا ہے، اتنی وسیع نگاہ اس گڈریئے کی کہاں سے آگئی۔ اسے محمد رسول اللہ ﷺ نے روشنی عطا کر دی اور جو نہیں مانتا فرمایا وہ تو اندھا ہے اندھا نظر والوں سے جھگڑا کرنے لگے کہ نہیں یہ چیز سفید نہیں سبز ہے لیکن وہ تو اندھا ہے تو جھگڑا کرتا ہے۔ جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھے گا کہ یہ سفید ہے، سرخ ہے، زرد ہے، سبز ہے کیا ہے۔ فرمایا میرے حبیب ﷺ انہیں کہہ دیجئے اندھے اور صاحب نظر کبھی برابر نہیں ہوا کرتے اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ (سورة

الانعام) کبھی یہ اس معاملے پہ غور وفکر نہیں کرتے کبھی یہ سوچنے کی فکر نہیں کرتے اور پھر فرمایا جو آپ سے ضد کرتے ہیں فضول اعتراض کرتے ہیں ان کی بجائے آپ ﷺ ان لوگوں پہ توجہ فرمائیے انہیں چھوڑ دیجیے یہ آپ ﷺ کی عظمت سے ناآشنا ہیں تو آپ کو بھی پرواہ نہیں۔ ان کے لئے یہ بہت بڑی سزا ہے سب سے بڑا عذاب الٰہی یہ ہے کہ یہ اللہ کا رسول ﷺ کسی کی طرف سے رخ انور پھیر لے پھر اس کے پاس کچھ نہیں بچتا تو فرمایا آپ ﷺ ان لوگوں سے بات کیجیے جن کے دل میں اللہ کا کچھ تصور تو ہے آخرت کی کوئی بات تو ہے خود تو سوچتے ہیں اللہ کے سامنے جواب دینا ہے آخرت میں جانا ہے اگرچہ اس زمانے میں بھی کفر عام ہو گیا تھا شرک عام تھا بت پرستی تھی لیکن دین ابراہیمی کی کچھ باتیں چلی آرہی تھیں جن میں آخرت کا تصور فرشتوں کا تصور تھا اگرچہ لوگوں نے فرشتوں کی پوجا شروع کر دی۔ تصور تھا تو پوجا کرتے تھے تو ایک تصور کچھ لوگوں میں آخرت کا بھی تھا تو فرمایا آپ ﷺ جن لوگوں میں آخرت کا تصور ہے ان سے بات کیجیے پھر ان کو سمجھ آئے گی کہ اللہ کے علاوہ نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی مدد گار ہے نہ سفارشی ہے صرف اللہ ہی وہ ذات ہے جو ساری حاجات پوری فرماتا ہے دنیا میں بھی وہی دوست اور ولی ہے آخرت میں بھی وہی دوست اور ولی ہے اس سے معاملہ درست کرنا چاہیے ایسے لوگ جن کو آخرت کا تصور ہو گا وہ آپ کی بات مانیں گے اور اپنی آخرت کو بہتر کریں گے اور پھر جب آپ ﷺ کی وساطت سے انہیں نور بصیرت حاصل ہو گا تو جن کا دل روشن ہو جائے گا وہ لوگ تقویٰ سے سرفراز ہوں گے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ تاکہ وہ اللہ کی اطاعت خلوص دل سے کر سکیں۔ اللہ کی اطاعت خلوص دل سے کرنا ہی تقویٰ ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قارئین المرشد سے گذارشات

ماہنامہ رسالہ المرشد گذشتہ ماہ کی 27 یا 29 تاریخوں کو پوسٹ کر دیا جاتا ہے۔ شمارہ نہ ملنے کی صورت میں اسی ماہ کی 24 تاریخ تک سرکولیشن کے دفتر میں اطلاع کریں تاکہ دوبارہ شمارہ بھجوایا جا سکے۔

قارئین سے گذارش ہے کہ شمارے کے لفافے پر لکھے پتہ کے اوپر شمارہ کی تجدید کی تاریخ پڑھ لیں کہ کہیں آپ کی تجدید کی تاریخ ختم تو نہیں ہو گئی۔

دیکھیے! آپ کے رسالے کے اندر نوٹس کی مہر تو نہیں لگی ہوئی۔

دونوں صورتوں میں آپ کی سالانہ فیس سرکولیشن آفس لاہور بھجوائیں تاکہ آپ کے شمارہ کی ترسیل جاری رہے۔

(سرکولیشن آفس لاہور)

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جوان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب وحکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت منداستفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر Cholestro Care — Rs.200 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے مالش کے لیے

پین گو Pain Go — Rs.100 — ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل Hair guard Oil — Rs.500 — بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez — Rs.30 — کھانسی کیلئے گولیاں

کیوریکس CUREX — Rs.175 — جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے کھانے کے لیے

ملنے کا پتہ:- دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200

17- اویسیہ ٹاؤن شپ' لاہور فون 042-5182727

سوال جواب

(امیر محمد اکرم اعوان)
دارالعرفان، چکوال
29-07-09

سوال: قیامت کی ہولناکیاں سورۃ القارعۃ، سورۃ الزلزال، سورۃ الانشقاق، سورۃ الانفطار، سورۃ التکویر اور بہت سے مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔ یقیناً یہ بہت بڑا حادثہ ہوگا؟

سوال نمبر 1: موت کے سانحے میں فنافی الرسول حضرات کی ارواح بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتی ہے اور ان کا تعلق جسم سے منقطع کر دیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 2: کیا قیامت کے اس ہولناک حادثے میں ذاکرین قبروں سے ذکر کرتے ہوئے اٹھیں گے اور ریاض الجنۃ کا رُخ کریں گے۔

سوال نمبر 3: کیا ریاضۃ الجنۃ میں قیامت کے اثرات ظاہر ہوں گے؟

سوال نمبر 4: کیا دنیا کی طرح جنت میں بھی ذکر وفکر کی محافل مشائخ عظام کے ہمراہ منعقد ہوں گی؟

سوال نمبر 5: کیا پوری پوری جماعت اپنے مشائخ کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگی؟

سوال نمبر 6: بعض اوقات حادثات پیش آتے ہیں اور بعض لوگوں کو ان کی خبر نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 7: روزِ محشر ذاکرین اس حال میں ہوں گے کہ ان کو اس حادثے کی خبر نہ ہو؟

سوال نمبر 8: شہدائے کرام کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ حساب کتاب سے پہلے روزِ محشر جنت کا دروازہ جا کھٹکھٹائیں گے؟ اللہ تعالیٰ کے اذن سے۔

سوال نمبر 9: کیا ذاکرین بھی بغیر حساب جنت میں جائیں گے؟ وضاحت کریں۔

جواب: یہ سارے سوال دراصل ایک ہی ہیں مختلف جملے مختلف انداز میں کہے گئے ہیں۔ قیامت کا حادثہ یقیناً بہت بڑا حادثہ ہوگا اس لئے کہ اللہ کریم نے قرآن حکیم میں جگہ جگہ ارشاد فرمایا ہے کسی ایک جگہ پر نہیں بلکہ متعدد جگہ، صرف ان آخری سورتوں میں نہیں بلکہ قرآن حکیم میں بہت سی جگہ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر آتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ بھی ذکر ہے کہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کو اس حادثے کی خبر نہیں ہوگی جنہیں اللہ کریم اس سے محفوظ رکھیں گے۔

یہ سوال کہ موت کے سانحے میں فنافی الرسول حضرات کی ارواح باگارہ نبوی میں حاضر ہوتی ہیں اور ان کا رابطہ جسم سے منقطع کر دیا جاتا ہے یہ بات درست ہے مگر سب پہ صادق نہیں آتی یہ اللہ کریم کی پسند ہے اور غالباً اس میں یہ بات ضرور ہوگی کہ اس مراقبے میں کتنی گہرائی ہے اور کتنی گیرائی ہے، کتنا خلوص ہے اور کتنا مجاہدہ ہے ہر ایک کو تو شاید یہ سعادت نصیب نہ ہو۔ جس طرح شہدائے کرام کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ وہ حساب کتاب سے پہلے جنت کا دروازہ جا کھٹکھٹائیں گے۔ یہ شرف تمام شہداء کے لئے نہیں

ہے یہ بعض مخصوص حضرات کے لئے ہے اوران چوٹی کے شہداء کیلئے ملتا ہے جو حضور اکرم ﷺ کی معیت میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ ہر شہید کے لئے نہیں ملتا۔ ہر عبادت کرنے والا ایک سطح کا نہیں ہوتا، ہر ذاکر ایک سطح کا نہیں ہوتا ہر مراقبہ کرنے والے کا پیمانہ ایک نہیں ہوتا بلکہ پہلی شرط تو مقبولیت ہے اللہ قبول فرمالے۔ حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ زندگی میں کسی کی ایک تسبیح قبول ہوگئی۔ سبحان اللہ کہا، سبحان ربی الاعلیٰ کہا، الحمد للہ کہا، سبحان ربی العظیم کہا، ایک تسبیح قبولیت پاگئی تو وہ نجات کے لئے کافی ہے لیکن شرط تو قبولیت ہے اور قبولیت تو اللہ کے پاس ہے، ہمارے پاس اس کی رسید نہیں ہوتی جو گناہ ہم کرتے ہیں ہمیں پتہ ہے، واضح ہے کہ یہ غلط ہے۔ہم نے غلط کیا ہے۔

جو نیکی ہم کرتے ہیں اس کی قبولیت کی سند ہمارے پاس نہیں ہوتی وہ اللہ کریم کے پاس ہے وہ قابل قبول ہے یا نہیں اس کی بارگاہ کے لائق ہے یا نہیں اس میں کتنا خلوص ہے ہم نے کتنا خشوع وخضوع اختیار کیا۔ یہ چند امور قبولیت کے لئے لازم ہیں قبول کرنا بہرحال اس قادر کا کام ہے۔ بہرحال نیکی نیکی ہے ضائع نہیں ہوتی۔ یہ بات کہ ریاض الجنۃ میں قیامت کے اثرات ظاہر ہوں گے؟ اس کے بارے علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ ریاض الجنۃ جنت کا حصہ ہے۔ عرش عظیم، جنت ودوزخ، بیت اللہ شریف، ریاض الجنۃ یہ سب قیامت کے حادثے سے مستثنیٰ ہیں۔ جہاں تک ذاکرین کی نجات کا تعلق ہے تو حدیث شریف میں وارد ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے کچھ فرشتے ایسے مقرر فرمائے ہیں جو دنیا میں صرف ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں کوئی ذکر کر رہا ہوتا ہے کسی ایک کو بھی خبر ہوتی ہے تو وہ دوسروں کو بھی بلالاتا ہے کہ آجاؤ یہاں ذکر ہو رہا ہے وہ جمع ہوتے رہتے ہیں اور پیچھے آنے والے جمع ہو کر ایک کے اوپر ایک کھڑے ہوتے جاتے ہیں دیکھنے کے لئے حتیٰ کہ آسمان تک اُن کے سر جا پہنچتے ہیں۔ جب ذکر ختم ہوتا ہے تو وہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں وہ جانتا ہے مگر ان سے پوچھتا ہے کہ تم کہاں رہے؟ اللہ کریم،ہم تیرے ذکر کی تلاش میں تھے تیرے کچھ بندے تیرا ذکر کر رہے تھے ہم وہاں حاضر تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا؟ یا اللہ نہیں دیکھا۔ اللہ پاک فرماتے ہیں اگر مجھے دیکھتے تو اور زیادہ خشوع سے ذکر کرتے۔ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا؟ یا اللہ نہیں دیکھا۔ اگر دیکھتے تو اور زیادہ محنت کرتے۔ دوزخ کو دیکھا؟ یا اللہ نہیں دیکھا۔ دیکھتے تو اور زیادہ بچنے کی کوشش کرتے۔تو ارشاد ہوتا ہے: گواہ رہو میں نے ان سب کو بخش دیا۔

اب حدیث شریف میں جو ارشاد فرمایا جارہا ہے یہ دارِ دنیا کی بات ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں بارِ الٰہ کچھ لوگ تو ذکر کے لئے جمع ہوئے تھے مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہیں کسی سے کام تھا وہ ذکر کی نیت سے نہیں آئے تھے۔اور وہ کسی وجہ سے وہاں آگئے ذکر کی محفل ہو رہی تھی انہیں مجبوراً انتظار کرنا پڑا وہ وہاں بیٹھ گئے تو کیا وہ بھی بخشے جائیں گے۔ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ (بخاری) او کما قال رسول اللہ ﷺ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والے بھی بدبخت نہیں رہتے انہیں بھی اللہ نے بخش دیا۔ یہ اس کی عطا ہے کون اس کا مصداق بنتا ہے یہ تو اللہ کریم ہی جانتے ہیں نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث بھی متعدد جگہ وارد ہوئی ہے کہ جب جنت کے باغوں سے گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو صحابہ کرامؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جنت کے باغ کون سے ہیں؟ فرمایا حِلَقُ الذِّکر (احمد والترمذی)' حلقہ ہائے ذکر' یہ جنت کے باغ ہیں جب گزرو تو دیکھ کر گزر نہ جایا کرو اس میں شامل ہو جایا کرو کچھ ذکر کر لیا کرو مراد یہ ہے کہ وہاں ذکر کر کے جنت کے باغوں سے کچھ کھا پی لیا کرو حضور اکرم ﷺ کے الفاظ ہیں حِلَقُ الذِّکر اور قرآن حکیم میں وارد

ہے وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورۃ الکھف آیت 28) جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ اپنے حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے۔ آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہوئے تو کچھ لوگ بیٹھے ذکر کر رہے تھے ایک طرف حلقۂ ذکر تھا دوسری طرف کچھ صحابہ کرامؓ بیٹھے دین پر بات کر رہے تھے فقہی امور پر، عذاب ثواب پر، دینی مسائل پر تعلم ہو رہا تھا تو حضور اکرم ﷺ ذاکرین کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ مجھے جن لوگوں کے پاس بیٹھنے کا حکم ہوا مجھے وہ لوگ مہیا بھی فرما دیئے۔

یہ تقریباً تمام تفاسیر میں اس آیہ کریمہ کے ساتھ یہی تعبیر دی گئی ہے تو جہاں تک ذکر کی فضیلت، عظمت اور تاکید قرآن حکیم میں ہے اس میں تو کوئی کسر نہیں رہ گئی جہاں تک سوال اس پر اثرات، نتائج اور نجات کا ہے تو آدمی آخر دم تک تا دمِ واپسیں ابتلا میں ہے۔

وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (سورۃ الحجر آیت 99) جب تک سب کچھ یقینی سامنے نہیں آ جاتا موت واقع نہیں ہو جاتی تب تک آدمی ابتلا اور آزمائش میں ہوتا ہے اور یہ بڑا نازک اور حساس معاملہ ہے۔ اللہ کی مرضی کہ وہ کسی معمولی سی لغزش پر گرفت کرے اور اس کی مرضی ہو تو بڑی بڑی خطائیں معاف کر دے، وہ بے نیاز ہے محتاج نہیں ہے، اسے کسی سے غرض نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے، بہت وسیع رحمت کا مالک ہے، وہ کریم ہے، بہت بڑے کرم کا مالک ہے، وہ کرم فرما دے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن انسان کو مرتے دم تک اپنی سوچ اور اپنی فکر اور کردار کی نگرانی کرنی چاہیے کسی وقت بھی ایک غلط قدم ہزاروں میل دور لے جا سکتا ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مسئلہ کے متعلق مطالعہ کرنا تھا اس کی تفاصیل جاننا تھیں متقدمین میں سے ایک بہت بڑے فاضل کی تصنیف اس موضوع پر تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کا مطالعہ فرماتے رہے ایک جگہ کچھ اشتباہ سا پیدا ہوا کہ کچھ ایسے الفاظ ہیں ان سے مراد کیا ہے؟ تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ ساتھی سے فرمایا جن کے مشاہدات بہت اچھے تھے کہ آؤ ان حضرت سے خود تفصیل پوچھ لیں۔ انہوں نے مراقبہ کیا تو عرض کی کہ حضرت ان سے تو بات نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کیوں نہیں ہو سکتی؟ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ ایسے مراقبات خود نہیں کرتے تھے کسی کو کہہ دیتے تھے کہ یہ فلاں سے پتہ کرو۔ کہا کہ انہیں تو بڑا شدید عذاب ہو رہا ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ بڑے حیران ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ کو غلطی لگ رہی ہوگی۔ مگر جب خود توجہ فرمائی تو فرمانے لگے کہ بات تو تمہاری درست ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مراقبات اس وقت عرشی منازل میں تھے۔

تو فرمایا اس پر القا کریں کہ اللہ کرے اس کا عذاب ختم ہو جائے عرض کی حضرت ہتھکڑیاں، بیڑیاں لگی ہوئی ہیں، فرشتے مار رہے ہیں۔ فرمایا اس پر القا تو کریں کہ اللہ کرے اس کا عذاب ختم ہو جائے۔ فرمایا القا تو کریں حضرت نے بھی القا کیا ساتھیوں نے بھی کیا لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چلو بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کریں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کی۔ آپ فرماتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے میری عرض کرنے پر ادھر ایک بار رخ مبارک پھیر کر دیکھا اور ان کا نظر مبارک کا پڑنا تھا کہ بیڑیاں ٹوٹ گئیں، فرشتوں نے عذاب چھوڑ دیا، قبر روشن ہونے لگی۔ کیونکہ عذاب میں شکل انسانی نہیں رہتی آہستہ آہستہ ان کی شکل تبدیل ہونا شروع ہوئی انسانی شکل میں آ گئے تو فرمایا ہم تو یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے تھے تو کہا کہ مجھے کچھ یاد نہیں مدت سے مار کھا کھا کر میری ہڈیوں کا بھی چورا بن چکا ہے فی الوقت مجھے کچھ نہ کہو اگر میرے لئے کچھ کر سکتے ہو تو وہ کرو

،تو چنانچہ انہیں ابتدائی مراقبات کرائے گئے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب فنافی الرسول پر پہنچے تو عرض کرنے لگے بس اب میرے لئے یہ کافی ہے اب آپ چھوڑ دیں۔ بس میں اس بارگاہ میں ٹھیک ہوں۔ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے دو جوڑے لباس کے بہت خوبصورت منگوائے ایک ان کو عطا فرمایا اور دوسرا مجھے عطا کیا گیا مگر میرا جوڑا انہوں نے کہا کہ اس کے لئے رکھ دو جب یہ یہاں آئے گا تو اس کو دیا جائے گا۔ اب یہ بات ہوئی بات ختم ہوگئی مگر میرے دل میں یہ سوال رہا کہ ان پر اتنی گرفت کیوں آئی؟ عالم بھی پائے کے تھے لوگ آج بھی ان کی تحقیق پر عمل کرتے ہیں، نیک بھی تھے، صاحب حال بھی تھے، مشاہدات ان کے بہت تیز تھے بلکہ انہوں نے امور دنیا کے بارے میں آنے والے زمانوں کے لئے ایسی نشان دہی کی جو بعد میں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

ایک دن ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کسی دورے سے واپس جارہے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے تھے اور بہت تیز چلتے تھے دندہ شاہ بلاول اڈہ تھا۔ چکڑالہ تو کوئی سڑک نہیں تھی، کچا راستہ تھا تو پیدل آنا جانا ہوتا تھا۔ ان کا ایک شاگرد تھا چکڑالہ میں اس کی گھوڑی تھی۔ اسے پتہ ہوتا تو وہ کبھی کبھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو رخصت کرنے کے لئے گھوڑی ساتھ لے آتا اور گھوڑی پر دندہ شاہ بلاول چھوڑ جاتا۔ کبھی واپسی کا علم ہوتا تو دندہ سے گھوڑی پر وصول کر لیتا تو وہ گھوڑی لایا ہوا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس گھوڑی پر سوار ہوگئے۔ ہم ساتھ تھے پانچ چھ ساتھی تھے۔ جب کھلی جگہ پر نکلے باقی ساتھی پیچھے رہ گئے تھے میں ساتھ ساتھ تھا تو مجھے موقع مل گیا کہ جو خلش تھی دل میں کہ ہوا کیا تھا کہ کیوں ان پر اتنی گرفت آئی تو میں نے سوال پیش کیا کہ حضرت جو واقعہ تھا ان بزرگوں سے کیا ہوا تھا حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ اللہ نے انہیں بہت واضح اور تیز مشاہدات دیئے تھے وہ ایک حد تک اپنے مشاہدات پر اعتماد کرنے لگ گئے جو اللہ کو پسند نہیں تھا فرماتے تھے کہ مجھے بھی حیرت ہوئی تھی یہ میں نے بھی ان سے پوچھا تھا انہوں نے فرمایا جب موت کا وقت آیا تو میرے سامنے ایک واضح سڑک نما راستہ بن گیا راستہ دین کا تھا قرآن و حدیث کا تھا مجھے اس پر جانا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک اور بہت خوبصورت راستہ بن گیا میں نے سوچا کہ یہ بڑا خوبصورت راستہ ہے اس پر چلتا ہوں میں نے پاؤں اُٹھایا رکھنے کے لئے مگر رکھا نہیں مگر اچانک خیال آگیا کہ یہ راستہ کہیں شیطان نے نہ بنایا ہو میں نے پاؤں واپس رکھ دیا اس پاؤں اُٹھانے میں سارے منازل سلب ہوگئے۔ صرف ایمان بچ گیا جس کی وجہ سے آج نجات ہوگئی ہے۔ ورنہ ساری عمر کی عبادتیں سارے مراقبات سارے اذکار اس پاؤں اُٹھانے میں سلب ہوگئے اور میں آج تک عذاب بھگتتا رہا بات اصل یہ تھی کہ اللہ کو یہ پسند نہیں تھا کہ اس کو میرے احکام کی بجائے اپنے کشف پر اعتماد ہونے لگ گیا۔ انہیں شاید اس کا ادراک بھی نہ ہوا ہو۔ یہ غیر شعوری تھا لہٰذا جہاں تک نجات ہے وہ تو قرآن کریم میں بھی جگہ جگہ ارشاد ہے نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں بھی موجود ہے ان امور کو وضاحت سے بیان کردیا گیا ہے جو باعث نجات ہیں اور ایسے لوگ دنیا میں موجود ہوتے ہیں اور انہیں نجات کا پروانہ مل جاتا ہے لیکن انجام تک کون پہنچے گا؟ ان نعمتوں کو کون باقی رکھے گا؟ دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حکومتیں خوش ہوکر بعض لوگوں کو جاگیریں عطا کردیتی ہیں اور پھر انہی کی کسی غلطی کی پاداش میں جو پہلے ہوتا ہے وہ بھی سلب ہوجاتا ہے اور جیل چلے جاتے ہیں۔ معاملے کی نزاکت یہ ہے، اس کا عالم یہ ہے کہ انسان مشتِ غبار ہے اور معاملہ اللہ رب العزت کے ساتھ ہے اور اس مشتِ غبار کے پیچھے شیطان بھی ہے اس کا بے شمار لشکر اور فوج بھی پڑا ہوا ہے اپنا نفس بھی ہے۔ دنیاوی لذات کا بہت طالب ہے ایک کمزور سی مخلوق ہے اور اس کے اتنے دشمن ہیں۔ ماحول، معاشرہ، رویے، دنیا کے

اعتراضات، دنیا کے دباؤ، دوسری طرف کے لالچ بے شمار آزمائشیں ہیں تو یہ گرداب وبلا سے بھرا ہوا ایک دریا ہے جو اللہ کی تائید سے اس کی نصرت سے ہی کوئی پار پہنچ سکتا ہے لیکن جس کو اللہ نے استقامت دی اور اس پر رحم فرمایا اور اس کے مجاہدے کو قبول فرمایا اصل معاملہ بڑا نازک ہے آدمی محسوس بھی نہیں کرتا انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا اور انسان کی مَیں درمیان میں آجاتی ہے کہ میں پارسا ہوں میری دعا سے یہ ہوگیا۔ جب میں آجاتی ہے تو بڑی مشکل بن جاتی ہے اور پھر عجیب عجیب حربے ہیں شیطان کے اور بے شمار لوگوں کو اس بات پر لگادے گا کہ وہ آپ کی تعریف کرتے رہیں اور آپ کو پارسا اور نیک بتاتے رہیں۔ وہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومتے رہیں اور آپ کو غلط فہمی میں مبتلا رکھیں۔ کسی کو آپ کو گالیاں دینے پر اور مقدمات کرنے پر لگادے گا۔ پریشان کرنے پر لگادے گا وہ پریشان کرتا رہے گا دوسرا آپ میں خدائی اوصاف ماننے پر شروع ہوجائے گا یہ اتنا آسان نہیں ہے قدم قدم پر تائید باری کی ضرورت ہے اور سانس سانس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کی رحمت درکار ہے ہاں اللہ کرے کہ بندے کو حضورِ حق نصیب ہو وہ صحیح رہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھے اللہ کی طلب میں رہے اور اپنی پوری کوشش اتباع سنت پر لگادے اور اس کے ساتھ ذکر بھی نصیب ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے اور بہت زیادہ بلکہ سب سے زیادہ اُمیدیں اسی سے وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سالانہ اجتماع

دارالعرفان منارہ، چکوال

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دارالعرفان منارہ میں

سالانہ اجتماع

2 جولائی 2010ء بروز جمعہ سے

شروع ہو رہا ہے

اجتماع 4 اگست 2010ء بروز بدھ تک جاری رہیگا

چھوٹے بچوں کو ساتھ لانا سختی سے منع ہے

تزکیۂ نفس کے لئے صحبت شیخ لازمی ہے، سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت حاصل کرنے اور آگے ترقی کے لئے اس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔ اس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیت کے ساتھ ساتھ صحبت شیخ بھی نصیب ہو تاکہ آپ کے قلوب ان انوارات و برکات سے روشن ہوجائیں جو صرف صحبت شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہیں۔

دعوت الی اللہ کی حکمتیں

پروفیسر
حافظ عبدالرزاق
رحمۃ اللہ علیہ

بہترین بات جو ایک انسان کی زبان سے نکل سکتی ہے وہ دعوت الی اللہ ہے۔ علمائے اخلاق کا کہنا ہے کہ کوئی خوبی اس وقت تک کامل خوبی نہیں ہو سکتی جبتک وہ متعدی بہ غیر نہ ہو۔ کوئی کمال اس وقت تک کمال نہیں شمار ہوتا جبتک اس کا اثر دوسروں تک نہ پہنچے اس لئے اگر آپ اپنی ظاہری اور باطنی اصلاح کرلیں اور بفضل تعالیٰ اعلیٰ درجے کی اصلاح کرلیں تو آپ کا کام ختم نہیں ہوتا، ذاتی اصلاح کا مقصد یہی ہے کہ گویا آپ اب فیلڈ ورک کیلئے تیار ہو گئے۔ اب آپ کو اللہ کے بندوں تک اللہ کا نام، اللہ کا دین، اللہ کا پیغام پہنچانا ہے اس کام کو اللہ رب العزت نے احسن بات یا بہترین قول قرار دیا ہے۔ دعوت کا کام بڑا نازک اور بڑا ایثار طلب ہے جسمیں؛ میں؛ مارنی پڑتی ہے لوگ پھبتیاں کستے ہیں، طعنے دیتے ہیں، بات سننا گوارا نہیں کرتے، مگر داعی کی حیثیت ایک طبیب کی ہوتی ہے اسے مرض سے دشمنی ہوتی ہے مریض سے محبت

اس لئے وہ بڑی دلسوزی اور شفقت سے مریض کا علاج کرتا ہے تاکہ اسے شفاء حاصل ہو۔ بعض اوقات مریض عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہیں مگر طبیب ان باتوں کو خاطر میں نہیں لاتا، اپنے کام میں مگن رہتا ہے۔ داعی اور طبیب میں بس اتنا فرق ہے کہ طبیب دواؤں کی قیمت مریض سے طلب کرتا ہے مگر داعی اپنی محنت کا صلہ اپنے رب سے لیتا ہے۔

حقیقی دعوت وتبلیغ کی صورت تو وہ ہے جو قرآن میں مذکور ہے کہ عملی دعوت ہو یعنی آپ کی عملی زندگی ایسی ہو کہ دیکھنے والوں کے دلوں میں آپ کو دیکھ کر اسی طرز کی زندگی بسر کرنے کا شوق پیدا ہو آپ کے اخلاق، آپ کے معاملات، آپ کا برتاؤ، آپ کی گفتگو ہر چیز سے للّٰہیت ٹپکے، خلوص ظاہر ہو، محبت اور دلسوزی کا احساس ہو۔ خدانخواستہ اگر آپ کی عملی زندگی میں کوئی جھول ہے، آپ کے معاملات میں کوئی کھوٹ ہے تو آپ کتنی ہی لچھے دار گفتگو کریں گے سننے والے کے دل تک نہیں پہنچ سکے گی۔ وہ ذہنی طور پر آپ کی جادو بیانی کا معترف تو ہو سکتا ہے مگر اس کا دل اللہ کی طرف مائل نہ ہو سکے گا۔ اس طریق دعوت کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ اگر کسی کو بات کرنے کا سلیقہ نہ آتا ہو یا اہلیت نہ رکھتا ہو تو خاموشی اختیار کرنے میں ارشاد نبوی کی تعمیل تو ظاہر ہے کہ ہو ہی جائے گی مگر اس خاموشی کے ساتھ اللہ کے بندوں کی طرز زندگی خود ایک خاموش دعوت ہو گی بلکہ وہ شخص مجسم دعوت ہو گا۔ اور انسان شاید دوگنا اجر کا مستحق بن جائے اس طریق دعوت کی برکات تاریخ کے اوراق میں ثبت ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ۱۳ برس مکہ میں دعوت الی اللہ دی۔ ۶ برس مدینہ طیبہ میں دعوت کا کام ہوتا رہا اور صلح حدیبیہ کے موقع پر ۱۴۰۰ کے قریب صحابہ اس مہم میں شامل ہوئے۔ گویا یہ ۱۹ برس کی کمائی تھی، مگر صلح نامہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ قریش مکہ اور مسلمانان مدینہ آزادی سے ایک دوسرے کے ساتھ آمدورفت اور میل جول رکھ سکتے ہیں جب قریش مکہ نے مسلمانان مدینہ کے طور طریقے دیکھے تو یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ ہمارے وہی بھائی ہیں جو ہمارے درمیان پلے بڑھے، مگر آج ان کی زندگی اور ہماری زندگی میں وہی فرق ہے جو

انسان اور حیوان کی زندگی میں ہوتا ہے ان کی اس تبدیلی کی وجہ لازماً محمد رسول ﷺ کی تعلیم و تربیت ہے لہذا وہ اصول زندگی اور وہ مذہب لازماً قابل قبول ہے جو حیوان کو انسان بنا دیتا ہے چنانچہ اس عملی تبلیغ کا اثر ہم صرف دو برس بعد فتح مکہ کی مہم میں دیکھتے ہیں کہ ہزاروں انسان ان دو برسوں میں حلقہ بگوش اسلام نظر آتے ہیں۔ لہذا آپ حضرات کا فرض ہے کہ اللہ کے پاک نام کی برکت سے جب آپ اپنے اندر خوش آئند تبدیلی دیکھتے ہیں تو اس پر اکتفا نہ کر بیٹھیں بلکہ بھولی بھٹکی انسانیت تک یہ نسخہ پہنچائیں اور راہ راست پر لانے کی کوشش کریں دکھی انسانیت کے ساتھ نہایت دلسوزی سے ایک مشفق طبیب کا سا برتاؤ کریں اور اس کے علاج کی فکر کریں اللہ کا دین گھر گھر پہنچائیں، اپنے قریبی ماحول کو سدھاریں، معاشرتی برائیوں کا قلع قمع کرنے کی یوں تو انفرادی اور اجتماعی سینکڑوں تدبیریں کی جارہی ہیں مگر اصل تدبیر یہ ہے کہ مخلوق کا اپنے خالق سے تعلق قائم ہو جائے اور یہ تعلق صرف اسی وقت قائم ہو سکتا ہے کہ مسلمان بھائیوں کو محمد رسول ﷺ کے احسان یاد دلا کر انہیں حضور ﷺ کا بتایا ہوا دین سمجھائیں، ذکر الٰہی کی دعوت دیں۔ اس سلسلے میں ایک موڑ بھی آتا ہے وہاں انسان سے چوک ہو جاتی ہے کہ دین کی تبلیغ کرتے ہوئے جب آدمی یہ دیکھتا ہے کہ لوگ اس راہ پر چلنے لگ گئے ہیں تو آدمی اپنے آپ کو علامہ بلکہ مفتی سمجھنے لگتا ہے اور چھوٹے چھوٹے اختلافی مسائل میں فیصلے دینے لگتا ہے اور ہر آدمی میں یہ اہلیت نہیں۔ لہذا بعض اوقات اس کی بے تدبیری دین سے نفرت کا سبب بن جاتی ہے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی تبلیغ صرف چار باتوں تک محدود رکھیں۔

(۱) فرائض کی پابندی کرو، بالخصوص نماز باجماعت کی

(۲) ذکر الٰہی ہر وقت کرو، بالخصوص صبح و شام اہتمام سے کرو۔

(۳) حرام رزق سے اپنے پیٹ کو بچاؤ۔

(۴) جھوٹ سے زبان کو محفوظ رکھو۔

اس سے ہٹ کر کوئی شخص خواہ کسی ارادے سے کوئی مسئلہ پوچھے تو صاف کہہ دو یہ بات علماء سے پوچھئے، جن علماء پر آپ کا اعتماد ہے۔ جو وہ بتائیں وہ کیجئے، میں فتویٰ دینے کا اہل نہیں ہوں۔ اگر آپ خلوص سے یہ کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس میں برکت ڈالے گا۔ زبانی تبلیغ کے بھی کچھ آداب ہیں، حکمت تبلیغ کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ سورۃ یوسف میں چند آداب بیان ہوئے ہیں۔

(۱) اپنا رویہ ایسا بناؤ کہ مخاطب تمہیں اپنا خیر خواہ سمجھے۔ یعنی خواب کی تعبیر پوچھنے والوں نے جب تعبیر پوچھی تو کہا کہ ہم تمہیں بڑا مخلص اور خیر خواہ محسوس کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر مخاطب آپ کو مخالف یا بدخواہ سمجھتا ہو تو وہ آپ کا مشورہ کیونکر قبول کریگا۔

(۲) خطاب اس طرح کرو کہ مخاطب کو اپنے مسائل کا حل یقینی نظر آئے۔ ترجمہ۔ یعنی حضرت یوسفؑ نے بڑی دلسوزی سے فرمایا کہ بس کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں اس کا حل بتادوں گا۔ ۳
اپنی شخصیت منوانے کا خیال نہ ہو بلکہ اللہ کے دین کا تصور لایا جائے کہ؛ اس میں میری قابلیت کو دخل نہیں بلکہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ اس نے مجھے علم عطا فرمایا۔

(۴) اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کیا جائے، شکر کے انداز میں مثلاً دین کی سمجھ اور اتباع رسالت وغیرہ۔

(۵) اس دوران بھی اپنی عظمت کا احساس نہ دلایا جائے بلکہ اللہ کے فضل عمومی اور خصوصی کا ذکر کیا جائے۔

(۶) اس امر کا اظہار کہ جو لوگ اللہ کا شکر نہیں کرتے وہ نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(۷) سائل کی سوچ کو اپیل کی جائے اس کے فکر کو بیدار کیا جائے اور مخاطب کی ذہنی سطح کے مطابق بات کی جائے۔

(۸) اصل بات پیش کر دی جائے، اس طرح کہ مرض کی نشاندہی ہو تشخیص ہو اور علاج بھی ہو۔

اللہ کریم سب کو اس عظیم مشن کیلئے قبول فرمائے (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر قلبی، دو عالم کی سب سے بڑی نعمت

دارالعرفان 09-07-16 (امیر محمد اکرم اعوان)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ ﴿۳۶﴾ وَ اِنَّھُمْ لَیَصُدُّوْنَھُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ﴿۳۸﴾ (سورۃ الزخرف آیات 38-37-36)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا
عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

جو بندہ اللہ کریم کے احسانات سے آنکھیں بند کر لے، لاپرواہ ہو جائے وہ گویا بینائی سے محروم ہے کہ اسے نظر نہیں آتا۔ اس آیۂ مبارکہ میں ذکر رحمٰن یعنی رحمٰن کی یاد ارشاد ہوا ہے۔ اللہ کریم کا صفاتی نام استعمال ہوا ہے کہ اس کے اتنے احسانات ہیں کہ اس نے تخلیق فرمایا: اس نے نعمتیں دیں، اس نے اعضاء و جوارح دیئے، اس نے عقل سلیم عطا کی، قلب جیسی نعمت عطا کی یعنی اتنی بے پناہ نعمتیں ہیں اس کی جن کو شمار نہیں کر سکتے۔ اللہ کریم نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا تم اللہ کی نعمتوں کو گن نہیں سکتے۔ ان سب سے جو آنکھیں بند کر لے، لاپرواہ ہو جائے کبھی یاد نہ کرے، تو اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔ لفظ ذکر استعمال ہوا ہے کہ بھول جائے یاد ہی نہ کرے۔ ذکر کے مختلف مدارج ہیں۔ کوئی بندہ صرف کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور اسلام قبول کرتا ہے تو یہ بھی ذکر اللہ ہے کہ اللہ کی یاد اس میں موجود ہے۔ زندگی کے ہر لمحے کوئی بات ہم کرتے ہیں، کوئی کام ہم کرتے ہیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا اس میں اللہ کی یاد موجود ہے یا ہم اللہ کو بھول چکے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بندہ جب برائی کرتا ہے تو اس وقت اس میں ایمان نہیں ہوتا۔ اس وقت اسے اپنا وہ حال یاد نہیں ہوتا کہ اللہ کریم کی عظمت پر ایمان لایا لیکن جب بعد میں اسے احساس ہوتا ہے کہ اس نے غلط کیا اس کا مطلب ہے اس کا ایمان لوٹ آیا۔ یہی حال ذکر کا بھی ہے جب ہم حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جاتے ہیں ہمیں یاد ہی نہیں رہتا کہ ہم کون ہیں؟ ہم نے کیا کلمہ پڑھا؟ کیا وعدہ کیا؟ کیا معاہدہ کیا؟ اللہ کریم کے ساتھ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو تب جرم سرزد ہوتا ہے۔ دوسرا درجہ ذکر کا یہ ہے کہ عمل سے ہٹ کر زبان کو اللہ کی یاد سے تروتازہ رکھے۔ تسبیحات پڑھے، سب سے

اچھی بات تلاوت قرآن ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (سورۃ المزمل آیت 4)۔ قرآن کو ٹھہر کر سمجھ کر پڑھئے۔ تلاوت قرآن ایسی چیز ہے کہ قرآن نازل ہوا پڑھنے کے لئے سمجھنے کے لئے اور سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لئے لیکن کلام باری ہے کلام میں کلام کرنے والے کا پرتو ہوتا ہے، جمال ہوتا ہے متکلم کا پرتو کلام میں ہوتا ہے۔ کوئی بندہ کسی اچھے بندے کی باتیں سنتا رہے اس میں اچھائی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے، کوئی بندہ کسی غلط بندے کی صحبت میں رہے، اس میں برائی پیدا ہو جائے گی۔ بات میں کلام کرنے والے کا متکلم کا پرتو ہوتا ہے یہ کلام باری ہے تو جو بندہ معنی نہیں سمجھتا وہ تلاوت چھوڑ نہ دے بلکہ تلاوت کرتا رہے معنی آتے ہوں تو سونے پہ سہاگہ ہے عمل کی توفیق ہوتی ہے مقصد حیات ہے کچھ بھی سمجھ نہ آتی ہو تو تلاوت کرتا رہے تو تلاوت میں کیفیات ہیں عظمت الٰہی کی۔ وہ دل میں آتی رہتی ہیں اصلاح ہوتی رہتی ہے ثواب ملتا رہتا ہے آخرت سنورتی رہتی ہے شیطان سے تحفظ نصیب ہوتا رہتا ہے پہلا درجہ عملی ذکر کہ عمل کرے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق۔ وہ عملاً ذکر ہے۔ دوسرا درجہ لسانی ذکر ہے کہ زبان سے ذکر کرے۔ اس سے اگلا درجہ ہے کہ اس کا دل ذاکر ہو جائے دل میں برکات نبوت ﷺ آ جائیں، کتاب اللہ کے مطابق یہ مقصود ہے اور قلب ذاکر ہو جائے تو الحمد للہ پھر غفلت نہیں آتی ہر وقت اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قلب ذاکر ہوگا تو اتباع شریعت کی بھوک لگے گی۔ عام زندگی میں آدمی خواہشات کی پیروی کرنا چاہتا ہے۔ شریعت کا راستہ بتایا جائے تو کہتا ہے کہ تم میرے راستے میں دیواریں بنا رہے ہو۔ اسے تکلیف ہوتی ہے۔ ذکر لسانی سے۔ یہ ہوتا ہے کہ شریعت پر عمل تو کرتا ہے کوشش کرتا ہے لیکن رغبت نہیں ہوتی۔ اپنے آپ کو زبردستی جکڑ کر رکھنا پڑتا ہے ذکر قلبی نصیب ہو جائے تو اتباع شریعت سے ہٹنا محال ہو جاتا ہے جس طرح پیاس لگتی ہے پانی کے لئے، بھوک لگتی ہے کھانے کے لئے، اسی طرح وجود میں اطاعت الٰہی کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور آدمی میں ایک جستجو پیدا ہو جاتی ہے کہ جو کام بھی سامنے آئے اس کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اصل دیکھنے کی یہ چیزیں ہیں کہ ذکر قلبی نصیب ہوا۔ تو کیا یہ کیفیت آئی؟ اگر نہیں آئی تو آنی چاہیے، اس میں کوئی ہماری غفلت ہے، تقاضے پورے نہیں کر رہے اس کی ضروریات ہیں ان میں کمی ہے کہیں کوئی اور اس میں جو بڑا خلا آتا ہے بڑی رکاوٹ آتی ہے وہ بڑا بہت بڑا حربہ ہے شیطان کا، وہ یہ کہ قلب ذاکر ہو جائے بندہ اللہ اللہ کرنے لگ جائے تو سمجھتا ہے کہ اب یہ برائی کی طرف تو نہیں آئے گا، چوری کی طرف مائل کروں تو نہیں کرے گا، ڈاکہ نہیں ڈالے گا، بات نہیں مانے گا تو چلو اس طرح لے چلو کہ تم بہت بڑے آدمی ہو۔ تم میں بڑی بزرگی آ گئی ہے۔ تم بہت اچھے ہو تمہارے مدارج اور مقامات بہت زیادہ اونچے ہیں۔ تو یہ اس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی ساتھی کو کہہ دیا جائے کہ چار ساتھیوں کو ذکر کرا دیا کرو بس اتنی سی بات ہے سمجھ لیتا ہے کہ میں تو کوئی آسمانی مخلوق ہوں۔ تو ان سب چیزوں کا خیال رکھتے ہوئے کہ یہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے کہ یہاں قدم قدم پر اپنے آپ کو دیکھنا پڑتا ہے کہ میں کہاں ہوں اور مجھے کہاں ہونا چاہیے۔ تو فرمایا جو اس طرح سے میری یاد ہی بھول جائے ذکر قلبی نصیب نہیں، ذکر لسانی نصیب نہیں پھر اعمال میں مجھے بھول گیا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے کوئی خیال ہی نہیں کہ میں اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گا اللہ رحمٰن ہے اس کے مجھ پر بے پناہ احسان ہیں کسی آدمی کو محتاجی میں انتہائی پیاس میں پانی کا کوئی گلاس دے دے وہ ساری عمر احسان یاد رکھتا ہے کہ کہیں مصیبت میں پردیس میں کوئی جیب کٹ گئی کوئی

کرایہ دے دے تو اس کا احسان یاد رکھتا ہے کوئی دوائی دے دے تو اس کا احسان یاد رکھتا ہے تو اللہ کریم کے تو ان گنت احسان ہیں تو وہی بھول جائے اپنی مرضی کرنے لگے تو پھر ہوتا یہ ہے کہ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا۔ ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں یہ سزا ہوتی ہے اس عالم آب وگل میں کہ جب اللہ کی یاد دل سے نکل گئی اور بندہ بالکل ہی آوارہ ہوگیا، اپنی مرضی سے اپنی پسند سے جینے لگا تو فرمایا ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وہ شیطان ہمہ وقت ساتھ رہتا ہے۔ رات دن اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اسے ہمیشہ نیکی سے روکتا رہتا ہے۔ وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ اللہ کے راستے سے وہ ہمیشہ روکتا رہتا ہے، ہمیشہ برائی کا مشورہ دیتا ہے، برائی کی طرف ہمیشہ نافرمانی کی طرف لے کر جائیگا، بات کرے گا تو اس میں تمیز نہیں ہوگی، گالیاں دے گا، ناروا کلمات کہے گا، کام کرے گا تو اس میں دیانت امانت نہیں ہوگی، چوری سے باز نہیں آئے گا، حرام حلال کی تمیز نہیں ہوگی یعنی ہر کام میں وہ شیطان اسے اللہ کی نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور اطاعتِ الٰہی سے روکتا رہتا ہے اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور پھر سوچتا یہ ہے کہ میں بڑا اچھا کام کر رہا ہوں میں نے بڑی بہادری کی ہے دس بندے قتل کر دیئے ہیں، میں نے بڑی بہادی کی فلاں کے پرخچے اُڑا دیئے، میں نے بڑی بہادری کی فلاں مسجد اُڑا دی، فلاں کا مال دبا لیا میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اسے برائیاں اور گناہ اچھے لگتے ہیں وہ سمجھتا ہے کہ میں نے بڑا کمال کر دیا ہے فرمایا اسے پتہ تب چلے گا جب دنیا کی زندگی ختم ہوگی میری بارگاہ میں، برزخ سے گزرتے ہوئے میدان حشر میں پہنچے گا۔ قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ کہے گا کاش تجھ میں اور مجھ میں اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق ومغرب میں۔ یعنی تو مجھ سے انتہائی دور ہوتا فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ تُو تو بہت بُرا ساتھی ثابت ہوا۔ جب کردار واعمال کے نتائج سامنے آئیں گے تو تب پتہ چلے گا، ہوتا یہ ہے کہ آدمی کی جب موت واقع ہوتی ہے اور اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں وہ تین سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّکَ تیرا ربّ کون ہے؟ مَنْ نَّبِیُّکَ تیرا نبی کون ہے؟ مَنْ دِیْنُکَ تیرا دین کیا ہے؟ تین باتیں پوچھتے ہیں، تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبیؐ کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ زندگی میں تجھ نے کسے اپنا پالن ہار مانا کس کے کہنے کے مطابق زندگی بسر کی۔ کس کے احسانات سے جیتا رہا؟ تیرا نبیؐ کون ہے؟ تو نے کس نبیؐ کو مانا؟ تو کس نبیؐ کی پیروی کی؟ مَا دِیْنُکَ تو دنیا میں کس دین پر زندگی بسر کرتا رہا؟ تیرا مذہب تیرا دین تیرا عقیدہ کیا تھا؟ یہ تین سوال ہوں گے۔ جہاں تک قبر کا سوال ہے یہ نہیں کہ زیر زمین ہی دفن ہو تو قبر بنتی ہے۔ کوئی جل جاتا ہے کسی کو درندے کھا جاتے ہیں، کوئی سمندروں میں غرق ہو جاتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ایک چھوٹی سی ہڈی جہاں کمر کی ریڑھ کی ہڈی کا نچلے حصے کی ہڈی کا جوڑ ہے، ہلکی سی ہڈی ہوتی ہے مکھی کے سر کے برابر، اسے ذنب کہتے ہیں وہ مکھی کے سر کے برابر ہوتی ہے وہ نہ آگ میں جلتی ہے اور نہ گلتی سڑتی ہے بلکہ سلامت رہتی ہے مرنے کے بعد جہاں وہ ہڈی ہوتی ہے وہ میت کا مرکز تصور ہوتا ہے اجزائے بدن خواہ دور تک پھیل جائیں اس کا تعلق اس جزو کے ساتھ رہتا ہے اور روح کا تعلق بھی ان کے ساتھ رہتا ہے تو جب بھی کسی کا قصہ بظاہر تمام ہو جائے وہ سمجھے قبر میں ہی چلا گیا خواہ وہ جانور کے پیٹ میں ہے، کسی مچھلی نے کھا لیا، سمندر میں ڈوب گیا یا آگ میں جل گیا۔ تو یہ سوال تیرا ربّ کون تھا؟ نبیؐ کون تھا؟ دین کیا تھا؟ وہیں ہو جاتے ہیں اب کچھ لوگ تو ایسے ہیں فرشتے آتے

ہیں زندگی پلٹتی ہے تو آنکھ کھلتی ہے تو ان کی عادت ہے ویسے بھی آنکھ کھلتی ہے تو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں جب آنکھ کھلتی ہے تو وہ زندگی کی عادت کے مطابق دہرا دیتے ہیں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تو فرشتے ایک دوسرے کو دیکھ کر چلے جاتے ہیں کہ سوال جو پوچھنے تھے جواب اس نے دے دیئے کچھ ایسے ہیں جو سوال کا جواب دے دیتے ہیں سوالات کے بعد ایسا مرحلہ آتا ہے کچھ ایسے ہیں جو جواب نہیں دے سکیں گے جنہوں نے دنیا میں اللہ کی اطاعت کی وہی جواب دے سکتے ہیں جن کا اللہ سے تعلق ہی نہ رہا ہو جس نے اللہ کی عظمت کو نہ مانا عملی زندگی کو اتباع نبیؐ میں نہ لایا اشارہ کر کے پوچھتے ہیں مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ اس ہستی کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ جب وہ اشارہ کرتے ہیں تو قبر سے روضۂ اطہر تک زمین شفاف ہو جاتی ہے نبی کریم ﷺ سامنے جلوہ افروز نظر آتے ہیں یہ میت کے پاس وہ نظر ہے اگر وہ نجات میں ہے تو وہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ سیدنا و مولانا محمد اً ارسل بالحق بشیراً و نذیراً۔ تو وہ یوں بیان کرتا ہے کہ میرے نبی ﷺ ہیں، میرے محبوب ہیں، میں نے آپ ﷺ کی غلامی کی ہے یہی تو میری منزل ہے لیکن اگر معاملہ الٹ ہوتا اگرچہ ہر چیز شفاف ہو جاتی ہے لیکن وہ کہتا ہے ھیہات ھیہات مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا تم کس کے بارے پوچھ رہے ہو؟ ہمارے ایک ماسٹر صاحب ہوا کرتے تھے شاہ جی انہیں کہا کرتے تھے نام ان کا مجھے تب بھی نہیں آتا تھا اب بھی نہیں آتا۔ بوڑھے آدمی تھے کبھی کبھی شعر بھی کہا کرتے تھے۔ دو شعر مجھے ان کے یاد ہیں۔

اس زلف گرہ گیر پر سو جان تصدق
کوئی مجھے اس زلف کے پیچوں سے نکالے

اس شعر میں انہوں نے اپنا رشتہ بیان کیا ہے کہ محبوب کی زلفوں کا اسیر ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی آدمی مجھے اس رشتے سے ہٹا سکتا ہے۔ کوئی ہے؟ کوئی مجھے توڑ سکے کوئی مجھے اس زلف کے پیچوں سے نکالے؟ نکال کر دیکھ لے۔

ہٹ جاؤ طبیبو نہ کرو میری دوا تم
شاید وہ قبر میں ہی گلے آن لگا لے

تو اس حالت کو انہوں نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ مر کے تو جمال یار نصیب ہو جائے مجھے مر جانے دو کہ اگر موت ہی شرط ہے تو مر کر تو زیارت نصیب ہو جائے۔ یہ اتنے پر تاثیر اشعار ہیں ان میں اتنی کیفیات تھیں کہ یہ بہت پرانی بات ہے ساٹھ سال پہلے کی لیکن مجھے یاد ہے۔ تو یہ تعلق اور رشتے کی بنیاد پر ہوتا ہے کسی ساتھی نے یہ سوال بھی کیا تھا کہ یہ کہتے ہیں کہ قبر میں حساب ہوگا پھر حشر میں حساب ہوگا تو یہ حساب قبر کا ہوگا یا حشر کا ہوگا؟

قبر کے حساب کتاب یا سوال جواب کی حیثیت جدا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیام حشر تک کی قیام گاہ قبر ہے دنیا سے گزر کر بندہ جس عالم میں پہنچتا ہے اسے برزخ کہتے ہیں برزخ کے معنی پردہ ہے۔ یعنی قیام قیامت اور دنیا کے درمیان جو پردہ ہے وہ برزخ ہے قبر میں جو حساب کتاب ہوتا ہے۔ وہ صرف بندے کا تعارف ہوتا ہے۔ کون ہے؟ کس درجے کا بندہ ہے؟ انتظار گاہ میں اس کا رہائش گاہ اور کھانا پینا کیسا ہونا ہے؟ جس درجے کا وہ بندہ ہوتا ہے جس طرح کا وہ تعارف کراتا ہے اس کی حیثیت متعین ہوتی ہے اس طرح کا وہاں انتظام کر دیا جاتا ہے اگر نجات یافتہ ہے تو اس طرح کا رشتہ اس کی قبر کا جنت سے جوڑ دیا جاتا ہے، جنت کی روشنی، جنت کی خوشبو، جنت کی ہوائیں، اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ جتنے اس کے مدارج بلند ہوتے جاتے ہیں اتنی نعمتیں بڑھتی جاتی ہیں، جتنی کم ہوتی جاتی ہیں اتنے کم ہوتے جاتے ہیں

لیکن اس کا تعلق جنت سے ہوتا ہے اور اگر ایمان سے خالی ہوتا ہے اور اپنا تعارف اس طرح نہیں کرا سکتا تو پھر اس کا رشتہ جہنم سے جوڑ دیا جاتا ہے اور وہ پھر اس کے کردار کے مطابق ہوتا ہے کہ جتنے اس کے گناہ ہیں اسے گرمی، دھواں، تپش، آگ کی طرح یا دوزخ کی طرح کی چیزیں نظر آتی ہیں، جتنی زیادہ ہیں، اتنی زیادہ آتی ہیں، برزخ میں ہر بندے کے Status کے مطابق رہنے کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اسے عذاب قبر یا ثواب قبر کہا جاتا ہے۔ زندگی بھر کے لمحات کا حساب جو ہوگا وہ میدان حشر میں ہوگا۔ پھر عیش ہے ابہام نہیں ہے۔ تو فرمایا جب وہاں پہنچتے ہیں پھر کہتے ہیں افسوس کاش یہ کبھی میرے قریب نہ ہوتا میرے اور اس کے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق و مغرب میں ہے، مشرق و مغرب کبھی یکجا نہیں ہوئے اس میں اور مجھ مین اتنا فاصلہ ہوتا کہ ہم کبھی یکجا نہ ہوتے۔ تو یہ بہت بُرا ساتھی ہے۔ تو فرمایا آج سمجھے تو کیا خاک سمجھے؟ آج کی سمجھ تمہارے کام نہیں آئے گی۔ یہ دار الجزاء ہے دار العمل تو ہے نہیں۔ دار العمل تو ختم ہو گیا۔ اب تو جو کیا ہے وہ بھگتنا پڑے گا۔ اب تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب زندگی تباہ کر چکے ہو ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ زندگی میں تم ظلم کرتے رہے۔ نافرمانی کرتے رہے ناروا کام کرتے رہے تو آج ادراک ہوا تو کیا فائدہ۔ اب تمہیں بھی وہی عذاب ہوگا جو اس شیطان کو ہوگا اسے ہی بھگتو گے۔ کہ تم نے اس کا ساتھ دیا ہے۔ تو میرے بھائی اللہ کریم کا احسان ہے کہ وہ اپنی یاد سے بہرہ ور کرے قرآن کریم کی تلاوت کی توفیق عطا کرے تسبیحات عطا کرے اور اگر ذکر قلبی عطا کر دیا تو اتنی بڑی نعمت ہے کہ دو عالم میں اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں لیکن اس کے حقوق ادا کرنے چاہئیں اس کی حفاظت کرنی چاہیے اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔ کسی کے پاس 10 پیسے ہوں تو ان کی حفاظت کرتا ہے، کوئی اٹھا نہ لے، کوئی چرا نہ لے، کوئی لے نہ لے، جتنی بڑی نعمت ہے اس کی حفاظت اتنی کرنی پڑتی ہے۔ اپنی کمزوری کا احساس، اپنے خطا کار ہونے کا احساس، اپنے عاجز ہونے کا احساس، عظمت الٰہی کے اعتبار اور اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ زندگی بھر کا رشتہ نبھانا پڑتا ہے۔ کتنی مزے کی بات ہے کہ کہتے ہیں۔

اس زلف گرہ گیر پہ سو جان تصدق

یعنی اگر سو زندگیاں مجھے ملیں اسی محبوب کے قدموں میں نچھاور کر دوں، کوئی مجھے اس زلف کے پیچوں سے نکالے۔ کوئی زور لگا کے دیکھے، دامان رسالت ﷺ چھڑا سکتا ہے؟ یہ زندگی کا راستہ ہے اور ذکر قلبی نصیب ہو تو یہ آخری کڑی ہے جو دو عالم میں سب سے اعلیٰ چیز نصیب ہو سکتی ہے اس کے باوجود بھی اگر کوئی بندے کی اصلاح نہ ہو تو پھر اللہ ہی مالک ہے پھر وہ نہیں بچ سکتا۔ تو اس کی عظمت کا اللہ کے اس احسان کا احساس ہونا چاہیے کہ اس نے مجھ پر کتنا کرم کیا ہے مجھے یہ دولت نصیب فرمائی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

حکیم دی ڈریم

خالد مسعود خان

میں ہیوسٹن میں ہوں۔ ٹیکساس کے پہلے صدر اور پھر گورنر سام ہیوسٹن کے نام پر آباد اس شہر کے باسی اسے ''حکیم دی ڈریم'' کے شہر کے طور پر جانتے ہیں۔ اس کا اصل نام حکیم عبدل اوجوان ہے لیکن امریکی اسے ''حکیم دی ڈریم'' کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ حکیم اکیس جنوری 1963ء کو نائیجیریا میں پیدا ہوا۔ امریکا میں این بی اے (نیشنل باسکٹ بال ایسوسی ایشن) میں 1984ء سے 2002ء تک کھیلنے کے بعد ریٹائر ہوگیا۔ اس نے ان اٹھارہ سالوں کے دوران جو اعزازات حاصل کئے اور ریکارڈ بنائے ان کی مکمل تفصیل ایک کالم میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

باسکٹ بال امریکا کی دو تین مقبول ترین کھیلوں میں سے ایک ہے اور این بی اے دنیا بھر میں باسکٹ بال کی وہ اعلیٰ ترین سطح ہے جس کی ہر باسکٹ بال کھیلنے والا کھلاڑی تمنا رکھتا ہے۔ حکیم ریاست ٹیکساس کے شہر ہیوسٹن کی ٹیم ''ہیوسٹن راکٹس'' کی طرف سے کھیلتا رہا ہے۔ اس کی قیادت میں ہیوسٹن راکٹس نے دو مرتبہ این بی اے چیمپئن ہونے کا، خود حکیم نے دو مرتبہ ''این بی اے فائنلز موسٹ ویلیو ایبل پلیئر'' ہونے کا، ہیوسٹن راکٹس نے چھ مرتبہ فرسٹ ٹیم ہونے کا، تین مرتبہ سیکنڈ ٹیم ہونے کا اور تین مرتبہ تھرڈ ٹیم ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ حکیم 1996ء میں اٹلانٹا اولمپکس میں گولڈ میڈل جیتنے والی امریکی ٹیم میں شامل تھا اور امریکا میں بننے والی این بی اے ڈریم ٹیم کا حصہ تھا۔ وہ این بی اے کی تاریخ کا واحد کھلاڑی ہے جس نے ایک سیزن (1993-94ء) میں ''موسٹ ویلیو ایبل پلیئر'' سال کا بہترین ''دفاعی کھلاڑی'' اور فائنل ایم وی پی کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ این بی اے کی تاریخ کے ان چار کھلاڑیوں میں سے ایک ہے جنہوں نے پانچ مرتبہ ڈیل کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ این بی اے کی تاریخ کے ان پانچ کھلاڑیوں میں سے تیسرے نمبر پر ہے جنہوں نے ''ری باؤنڈنگ اور بلاکڈ شاٹس'' دونوں لیگ میں سرفہرست رہنے کا اعزاز جیتا۔ حکیم این بی اے کی تاریخ کا واحد کھلاڑی ہے جو باسکٹ بال کی چاروں کیٹگریز میں پہلے دس کھلاڑیوں میں شامل ہے۔ وہ این بی اے کا سب سے بہترین سینٹر قرار پا چکا ہے۔ وہ این بی اے میں گیارہ مرتبہ لگاتار (1985-86ء تا 1995-96ء) آل ٹائم لیڈر رہا۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر آنے والے نے یہ اعزاز سات مرتبہ حاصل کیا۔ حکیم کو 2008ء میں ''نائسمتھ میموریل باسکٹ بال ہال آف فیم'' کے لئے منتخب کیا گیا اور آج تک باسکٹ بال کھیلنے والے پچاس بہترین کھلاڑیوں میں تیرہویں نمبر پر شمار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر بے شمار ایسے اعزازات ہیں جو باسکٹ بال کی مختلف کیٹگریز سے متعلق ہیں مگر عام آدمی کے لئے اسے سمجھنا مشکل ہے۔

سات فٹ طویل القامت حکیم کی وجہ شہرت اس کی باسکٹ بال کے میدان کے اندر دکھائی جانے والی کارکردگی تو تھی ہی لیکن اس کی وجہ عزت اس کا وہ رویہ اور طرز عمل تھا جو وہ دوران کھیل میدان کے

اندر اور کھیل کے بعد عام زندگی میں روا رکھتا تھا۔ امریکی اس کے اسی شاندار کردار کی وجہ سے اسے "حکیم دی ڈریم" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ جب نیا نیا این بی اے میں آیا تو وہ کوئی زیادہ باعمل مسلمان نہیں تھا مگر جوں جوں اسے شہرت، عزت اور دولت ملتی گئی وہ رب العزت کے سامنے سرنگوں ہوتا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ "میں ہر روز قرآن مجید پڑھتا ہوں۔ گھر میں، مسجد میں، میں اسے جہاز میں پڑھتا ہوں، کھیل شروع ہونے سے قبل پڑھتا ہوں اور کھیل کے بعد بھی۔ میں ہر بار نئے مفہوم اور مطلب سمجھتا ہوں۔ میں ہر صفحہ پلٹنے کے ساتھ ایمان کی مضبوطی حاصل کرتا ہوں۔" وہ آج بھی بطور سینٹر باسکٹ بال کا سب سے بہترین کھلاڑی تصور ہوتا ہے حالانکہ وہ رمضان میں پورے روزے رکھ کر گیم کھیلتا تھا اور اس کی کارکردگی میں کمی کے بجائے ہمیشہ بہتری دکھائی دیتی تھی۔ جس سال "ہیوسٹن راکٹس" نے اس کی سربراہی میں دوسری مرتبہ این بی اے چیمپئن شپ جیتی اس سال (1995ء) میں رمضان کا مہینہ یکم فروری کو شروع ہوا اور ساری چیمپئن شپ دوران رمضان کھیلی گئی۔ حکیم نے اس دوران سارے میچ روزے سے کھیلے۔

حکیم نے اپنے اٹھارہ سالہ پیشہ ورانہ کیریئر میں باسکٹ بال سے دس کروڑ ڈالر کمائے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ باسکٹ بال میں زیادہ پیسہ 2000ء کے بعد آیا جبکہ اس سے پہلے کوئی بڑے سے بڑا کھلاڑی بھی تیس پینتیس لاکھ ڈالر سالانہ سے زیادہ نہیں کماتا تھا۔ حکیم اولا جووان کی زیر قیادت ہیوسٹن راکٹس نے ہیوسٹن شہر کی تاریخ میں پہلی بار کسی بھی کھیل میں قومی چیمپئن شپ جیتی۔ ہیوسٹن راکٹس کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ہیوسٹن کے شہریوں نے ایک تاریخی پریڈ کا اہتمام کیا۔ یہ پریڈ جمعہ کے روز تھی۔ دوپہر کو جب پریڈ اپنے پورے عروج پر تھی اسے روک دیا گیا۔ سب حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ تب ہیوسٹن کے میئر نے بتایا کہ حکیم نماز جمعہ کے لئے مسجد جا چکا ہے۔ اس کی واپسی تک پریڈ معطل رہے گی۔ پریڈ حکیم کی مسجد سے واپسی کے بعد دوبارہ وہیں سے شروع ہوئی جہاں روکی گئی تھی۔

ہیوسٹن شہر کے وسط میں جسے امریکی زبان میں "ڈاؤن ٹاؤن" کہا جاتا ہے شہر کی دو شاہراہوں کے سنگم پر ایک نہایت شاندار عمارت تھی۔ یہ عمارت 1928ء میں سٹرلنگ آئل اینڈ ریفائننگ کمپنی کے صدر اور ہیوسٹن نیشنل بینک کے چیئرمین راس سٹرلنگ جو گورنر ٹیکساس تھا، نے اپنے بینک کے لئے بنائی تھی۔ 1994ء میں حکیم نے یہ عالی شان بلڈنگ خرید کر اسے مسجد اور اسلامی دعوۃ سنٹر میں بدلنے کا عزم کیا اور چالیس ہزار مربع فٹ پر مشتمل اسلامی دعوۃ سنٹر اور مسجد ابوبکر صدیق آٹھ سال میں مکمل کی۔ اس مسجد میں پہلی نماز انتیس نومبر 2008ء کو رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو ادا کی گئی۔ حکیم نے ریٹائرمنٹ کے بعد جائیداد کی خرید وفروخت کے کاروبار میں مزید دس کروڑ ڈالر کمائے اور ایک امریکی ویب سائٹ MONITOR"ISLAM"MILITANT کے مطابق حکیم اس سنٹر کے کل خرچ کا تین چوتھائی سے زائد خرچہ برداشت کرتا ہے اور یہ سنٹر حماس اور اسلامک افریقن ریلیف ایجنسی جیسی "دہشت گرد" تنظیموں کو فنڈنگ کرتا ہے اور صرف سال 2000ء میں اس نے IARA کو اکسٹھ ہزار دو سو پچاس ڈالر عطیہ کیے۔ یہ ویب سائٹ اسے ایسا بنیاد پرست مسلمان بتاتی ہے جس نے ہیوسٹن راکٹس کے ایرینا کے باہر اپنی خدمات کے اعتراف کے طور پر یادگاری مجسمہ نصب کرنے کی تجویز کو محض اس لئے رد کر دیا کہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور یہ کئی سال تک محض اس لئے اپنے بچوں سمیت اردن منتقل ہو گیا تا کہ یہ اور اس کی فیملی عربی زبان سیکھ سکے۔

میں ڈاکٹر آصف کے ساتھ اس عظیم الشان مسجد اور سنٹر میں گیا تو

بیسمنٹ میں جامعہ الازہر سے آیا ہوا ایک استاد اسلامی شریعہ پر لیکچر دے رہا تھا جس کا انگریزی ترجمہ ہیڈ فونز کے ذریعے سنا جا رہا تھا۔ نماز کا وقت نہیں تھا۔ میں نے دو نفل ادا کئے اور باہر آ گیا۔ باہر کھڑے چوکیدار سے پوچھا کہ حکیم یہاں کب آتا ہے؟ اس نے بتایا کہ اگر وہ ہیوسٹن میں ہو تو جمعہ اسی مسجد میں ادا کرتا ہے دیگر تمام مشہور کھلاڑیوں کے برعکس حکیم نے نائیکی، ایڈیڈاس اور ریبوک جوتوں کی تشہیری فلموں میں کام کرنے سے انکار کر دیا کہ اس کے بقول ان مہنگے سپورٹس شوز کے اشتہار دیکھ کر غریب بچے یا تو احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں یا پھر دکانوں اور کھیل کے میدانوں سے یہ جوتے چوری کرتے ہیں۔ اس نے ڈیڑھ سو ڈالر مالیت کے جوتوں کے اشتہار کے بجائے محض پینتیس ڈالر مالیت کے جوتوں کے اشتہار میں کام کیا۔ یہ صرف ایک مثال ہے جو اسے باسکٹ بال کورٹ کے باہر بھی ایک غیر معمولی اور بڑا شخص ثابت کرتی ہے۔

اس کی شخصیت کا یہی وہ نمایاں پہلو ہے جو اسے عام کھلاڑی سے "حکیم دی ڈریم" بناتا ہے۔ وہ آج بھی ہیوسٹن کے لوگوں کے لئے ایک ہیرو کا درجہ رکھتا ہے۔ ہیوسٹن راکٹس نے اس کی ریٹائرمنٹ کے بعد اس کی چونتیس نمبر کی شرٹ کو بھی ہمیشہ کے لئے ریٹائر کر دیا۔ ہیوسٹن راکٹس میں اب حکیم کے بعد کوئی کھلاڑی چونتیس نمبر کی شرٹ کبھی استعمال نہیں کر سکے گا۔ امریکی معاشرے میں ہیرو ہونے کے لئے صرف کھلاڑی ہونا ہی کافی نہیں۔ وہاں چوری چھپے شادیاں کرنے والے، ممنوعہ ادویات استعمال کرنے والے، کلبوں میں غیر اخلاقی سرگرمیاں کرنے والے اور کھیل کے میدانوں سے باہر نامناسب رویہ رکھنے والے کھلاڑی صرف اور صرف کھلاڑی ہی رہتے ہیں ہیرو کبھی نہیں بنتے۔ (بشکریہ جنگ)

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن راولپنڈی بورڈ اور
پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے
پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

صقارہ سائنس کالج

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی
(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)
داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1
پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم
(صحت افزاء مقام)
شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ
(ریٹائرڈ ڈائریکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)
مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200
For Feed Back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com
viceprincipal@siqarahedu.com Visit at: www.siqarahedu.com

(AS) prepared the stage in this world and then the Holy Prophet (S.A.W) came in the end. He (S.A.W) brought such a great revolution that even today it is challenging disbelief and will continue to do so till Qiyamah. Fourteen centuries have gone by but they have neither receded the voice of this revolution nor its efficacy.

When the Holy Prophet (S.A.W) was born many new things happened, many barkaat were dissipated, collective punishments were abandoned. Prior to this nations were destroyed, distorted to monkeys and swine even drowned in water, destroyed by winds, fire. After his birth (S.A.W) such punishments were abandoned for the non believers. Whenever he (S.A.W) would go many barkaat were manifested. When his foster mother Halima was going to get a child her camel was the weakest and was always at the end. But when she got him (S.A.W) the same camel became so fast that all the caravan was left behind. Her goats began to give milk, she became wealthy. But in all the barkaat there is no discrimination between believer and non believer, even polytheists were spared of. Hence the noble birth benefitted everyone but Allah does not count it, when HE is asked HE says (185 لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الاعمران"Surely Allah did confer a great favour on the believers; Allah's favour is unto everything All HIS creation enjoys HIS favours and cannot survive without HIM making them survive. HIS favours cannot be counted but when it comes to HIM, HE says that HE has favoured HIS believing bondsmen by raising Muhammad Rasool Allah amongst them. The differenciation between faith and disbelief starts with the annunciation and not with the noble birth. What a great favour indeed that the annunciated personality (S.A.W) told the bondsmen what their Allah said to them. This was no ordinary thing. A handful of clay was now directly listening to the words of Allah. He purified their hearts. The hearts that were drenched in disbelief for years, the hearts that were full of polytheism. Even those hearts that were not engaged in disbelief or polytheism but were unaware of Allah. The Prophet (S.A.W) cleansed all hearts in such a way that made them sparkle like mirrors which reflected divine refulgence. What the Prophet (S.A.W) says is not mere theory but is accompanied with feelings. When the Prophet (S.A.W) says that Allah is One then the one who becomes a believer, though not seeing but believes firmly that HE is ONE. The feelings of his heart are stronger than what his physical eye sees. Allah says that my Prophet (S.A.W) not only took My Word to the people but also purified their hearts to perfection and then he taught them the book يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ and not only the words but also the meanings to their hearts. No bigger favour can be imagined upon mankind. Their hearts were made a station for Quran, Some recite it others explain its meanings. And 1430 years have gone by today if someone recites one word wrongly there will be twenty people pointing it out instantly. It is said that the Holy Prophet (S.A.W) must be remembered every second. Hence we talk about his noble birth to start with, it is good. Allah says

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ الاحزاب)

Darood means something which is continuously done without break. It means a cascade which is always flowing a river which is constantly flowing. How does Allah send darood on the Prophet (S.A.W)? The angels pray to Allah to send barkaat upon him (S.A.W). By constantaly sending his mercy upon him (SAW). A muslim prays similarly. اللھم صلی علی محمد وعلی آلِ محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آلِ ابراھیم انک حمید مجید (To be Continued)

gathered but what I've understood from the Quran is that there is a fundamental cell of the human body from which all other cells develop. This cell remains in contact with the spirit (ارواح) even if the body disintegrates. This cell has a connection with all the other cells which were once part of the body. If the spirit (ارواح) is successful in Akhirah every cell receives the bliss no matter where it is . Allah is Omnipotent, HE gathered the cells the bodies of all the human beings along with their spirits (ارواح) and then asked them, (سورۃ الاعراف) بِرَبِّكُمْ ط أَلَسْتُ "am I not your Rabb?"

قالو بلی Certainly you are! Was the reply. Now do not forget this once you go into the world; was the next injunction. Allah also took a covenant from all the Prophets (AS) that when they go to the world they will guide the people to the unity of Allah, of Akhriah and teach people the correct beliefs the concept of recompense. Alongwith this they will all tell a fundamental precept to their people that Prophet Muhammad (S.A.W) will come and when he comes you must believe in him and serve him with your life and wealth.

Prophets (AS) kept on coming to the world performed their task and left. Some of them are mentioned in the Quran, most of them are not because Quran does not deal with history. We see great revolutions in the life history of Prophets (AS) and we see great obstacles and problems which they faced at the hands of enemies and satans. But they proved to be steadfast as the mountains and kept on pronouncing the truth as long as they lived. Prophets (AS) came to specific nations for a specific time. Hadhrat Adam's time was the childhood of mankind, the time of Shees (AS) was adolescence of mankind and the time of Hadhrat Nuh was juvenility of mankind until mankind reached its maturity. It was then that Imam of all Prophets (S.A.W) came who was sent for all times and for the entire mankind. There is a distance in a prophet's coming and in his being annunciated as a prophet.

Hadhrat Musa (AS) came to this world. The Pharaoh was cautioned by fortune tellers that a child will be born in Bani-Israel who would topple his kingdom. The Pharaoh ordered all boys born in Bani-Israel to be killed hence all new born boys were killed. The Copts themselves told the Pharaoh to stop this because like this there will be no male left in Bani Israel so who will serve them? At this some rela xation was made Boys born in one year were killed while those born the following year were spared. Haroon (AS) was born in the year when they were spared, while Hadhrat Musa was born in the year when the boys were killed. HE is so powerful that HE made him reach the Pharaohs' palace. Quran says "we commanded Musas mother to put him in the river. He will be taken out by the one who is My enemy and his enemy, and I will make Pharaoh raise Musa. When Hadhrat Musa (AS) was cast away in the river was that a revolution, or when he was taken out by Pharaoh was a basis of any revolution? No it didn't happen then. When he was coming back from Madyan, on his way he was conferred prophet hood and was commanded to go unto Pharaoh and talk to him. It is here that a revolution starts. The tussle between Truth and Falsehood starts, after his annunciation as a prophet, otherwise until then he was living with Pharaoh and both had no problems with one another. The moment he was annunciated the competition between Truth and Falsehood started. The one who accepted him became known as a believer and the one who rejected his call was a nonbeliever. The Holy Prophet (S.A.W) is that exalted personality for whose annunciation almost one hundred and twenty five thousand (1,25,000) Prophets

ANNUNCIATION AND THE ETTIQUTTES OF MESSENGERSHIP

Translated Speech of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan
Monthly Ijtimah- March 2009
07-March-2010

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (Surah Aale-Imran (Verse 164)

"Surely, Allah did confer a great favour on the believers, when HE raised among them a messenger from within themselves, who recites His revelations to them, and purifies them and teaches them the Book and wisdom, while before that they had been in manifest error"

Today is an era of logic and reasoning. Everything is understood by logic even an ordinary layman asks for pretexts. Another trouble is that whatever is said is seen as a viewpoint of some school of thought. Today I do not want to say anything which represents any sect or school of thought, nor do I wish to support or oppose anyone. What I feel is the truth in Allah's view. I wish to say it to you, May Allah grant me the capacity to understand, speak and practice the truth and to all of you as well.

If we talk of reasonings then this noble month of Rabi-ul-Awal is the month in which the Holy Prophet (S.A.W) came into this world. The spirits (ارواح) were there before the bodies and these are from the Realm of Command.(قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ﴿٨٥﴾ (سورۃ بنی اسرائیل)

But how were these made is beyond the comprehension of human mind. When the spirits(ارواح) were made, from that time a prophet was a prophet, a messenger was a messenger and the leader of all messengers was the leader of all messengers (S.A.W). A saying of the Prophet (S.A.W)ﷺ کنت نبی و آدم بین الماء والطین او کما قال رسول الله ﷺ says that I was a prophet when Adam (AS) was still in water and clay. All the prophets are prophets from the beginning of time. They are born as prophets; they are prophets in Barzakh and will be prophets on the Day of Judgment and in the paradise too. Prophet Rood is a gifted attribute granted by Allah forever and is not something that can be acquired through hard work or toiling. A Prophet is made to be a prophet (A.S) and always remains a prophet (AS). The Holy Prophet (S.A.W) was a prophet since the beginning of time so Allah made some special arrangements. Quran tells us that HE took an oath from all the Prophets (AS). HE also took an oath from all the spirits اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ. We read in the books that all the spirits(ارواح) were

blessed with a daughter Sughra and a son Abdur Rauf. In 1942, his second wife died at Chak No. 13 (Khanewal) and was buried there. Hadhrat Ji-rua who was left with two young children, went back to reside in Chakrala, and gave them into his mother's care. The same year when he decided to follow the Sufi path he had to leave Chakrala again. After completing the three years at Langar Makhdoom he returned to Chakrala and at the insistence of his mother contracted his third marriage. His third wife was the sister of his first wife, a widow with grown up children, who had fallen on hard times after the death of her husband. In this way, Hadhrat Ji took over the support of the entire family. When one of her sons died Hadhrat Ji-rua took her orphaned grandson under his wing as well. In this way Hadhrat Ji-rua provided support to a needy family which had no blood relations with him and after sometime gave away some of his lands to make them self-sufficient and hold themselves up in society. In the light of this marriage, Hadhrat Ji-rua's act is a unique example of guardianship and patronage of widow and orphans. His youngest daughter Umm-e Kulsoom was born from his third marriage. Another son Ameen ud Deen was also born but he died in childhood. Whenever Hadhrat Ji-rua spoke about him later, one could discern deep sorrow in his tone. He named one of his grandsons in his memory.

After his return from Langar Makhdoom, the next stage of Hadhrat Ji-rua's spiritual journey was spent in the company of Hadhrat Sultan Shah Bilawal-rua.

Sayyed Ahmed Hamdani -rua also known as Sultan Shah Bilawal-rua

Dandah Shah Bilawal is a small town on the Talagang-Mianwali road. It is well known because of the Mazaar of Hadhrat Sayyed Ahmed Hamdani-rua, otherwise known as Hadhrat Shah Sakhi Noori Sultan Bilawal Hamdani-rua. We do not know whether Sultan Shah Bilawal-rua's actual name was Sayyed Ahmed Hamdani-rua. However what is correctly known is that, he was a descendant of Sayyed Ali Wali Hamdani -rua famously known as Shah Hamdan-rua, who was ordered to leave Iran to spread Islam in Kashmir. In 1379 AD, he along with 600 of his followers, came to Kashmir where he was welcomed at Srinagar by Sultan Qutb ud Deen.

According to historical references, 37 thousand people accepted Islam at his hands. His family and devotes offered service of great value for the spread for Islam in the subcontinent. Sayyed Ahmed Hamdani -rua left Kashmir for this purpose and when he reached Dandah, he was spiritually instructed to remain here. He resided with a poor but pious blacksmith by the name of Baba Bilawal. People did not have the courage to ask him his name as most of his time was spent in meditation and prayer; but due to the fact that he was the guest of the blacksmith Bilawal, they started to call him Shah Sultan Bilawal -rua. For this same reason this area came to be known as Dandah Shah Sultan Bilawal-rua which got shortened to Dandah Shah Bilawal-rua during the British period.

According to Hadhrat Ji-rua, Hadhrat Shah Bilawal-rua's real name was Lal Shah-rua and his spiritual office was that of a 'Qutb-e Madaar'. After his stay at Langar Makhdoom and having attained the station of 'Salik ul Majzoobi, Hadhrat Ji-rua received the company of Sultan Shah Bilawal-rua for the next stages of his journey which continued on until the initial stations of the Divine Throne (Arshi Manazil).

Dandah Shah Bilawal is about 13 km. from Chakrala, and sometimes Hadhrat Ji-rua would go there and spend the night at the Masjid adjacent to the Mazaar. Hadhrat Ji-rua was now at that stage of the spiritual Path where the Rooh does not need the presence or nearness of the teacher. Where ever Hadhrat Ji -rua would be, during Maraqbah (meditation) he would remain in the spiritual company of the Guide, who had been given the task of identifying and pointing out the stations during that particular part of the journey.

(To be Continued)

In Langar Makhdoom, Hadhrat Ji-rua's host was Makhdoom Sher Mohammad, who was a devotee of Hadhrat Abdur Raheem-rua; being the head of the Makhdoom family he was responsible for looking after the comfort of the devotees who came to pay their respects at the Mazaar of Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua. Although Hadhrat Ji-rua at this stage was a student at the school of Sulook, yet his fame as an Alim was widely established. People from the villages around the area would flock to Langar Makhdoom to attend his Friday sermon and also consult him on matters pertaining to religion and social life particularly to Nikah (marriage) and divorce.

During Hadhrat Ji-rua's stay at Langar Makhdoom, he would do the Tahajjad Zikr at his residence and then offer the Fajr Salah with Jama'at at the village Masjid. He would then accompany Hadhrat Abdur Raheem-rua to the grave of Hadhrat Allah Din Madni-rua and together they would do Zikr again till Ishraq (sunrise). This routine did not last very long due to the frail health of Hadhrat Abdur Raheem who was over 85 years old at the time. The effort expended by Hadhrat Ji-rua on his own were full of endeavour. He would arrive at the Mazaar of Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua before dawn to offer the Tahajjad Nawafil (additional/extra/supererogatory worship), after which he would sit for an extended session of Zikr, followed by the Fajr Salah and more Zikr till Ishraq. After a brief break he would restart Zikr which he continued till the noon. This was the routine for the first half of the day. He would return to Langar Makhdoom for lunch (there being no concept of breakfast before it) and immediately return to the Mazaar in the afternoon for the Zuhr Salah. Between the Zuhr and Asr he would again do Zikr on his Lata'if. This session would be long and arduous, and the Zikr done with such effort and vigour that Hadhrat Ji-rua's clothes would be drenched with perspiration. After Asr prayers he would sit in Maraqbah (meditation) till sunset. Maghrib Salah was offered in the Masjid adjacent to the Mazaar in which Hadhrat Ji-rua would include an additional 12 Nawafil (Awwabeen Nawafil offered after Maghrib) and then return to Langar Makhdoom.

Hadhrat Ji-rua offered the Awwabeen Nawafil throughout his life. He was a keen proponent of the Awwabeen Nawafil and would advise the offering of at least 6 Nawafil, or due to time constraint 4, which along with 2 Sunnah Rak'at take the total to 6. After spending most of the day at the Mazaar of Hadhrat Sultan al Arifeen-rua, he would return home for dinner and would take rest immediately after Isha Salah.

After completing 3 years of stay at Langar Makhdoom, Hadhrat Ji-rua had reached the spiritual station of 'Salik ul Majzoobi'. After confirming Hadhrat Ji-rua as his 'Sahib-e Majaz,'(someone permitted and authorized by a Shaikh to spiritually educate others and conduct them to certain Stages of Sulook) Hadhrat Sultan ul Arifeen allowed him to return to Chakrala. This took place in 1945. Hadhrat Ji-rua would often relate that on the occasion of his departure, Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua advised Hadhrat Ji-rua to refrain from two things; firstly not to indulge in alchemy (the practice of making gold from base metals) and if he wanted to do it then he should do it right there (in front of his Shaikh), and secondly not to delve in the practice of Amliyat (magic). Hadhrat Ji-rua would say, 'If I wanted I could make gold but I have never done this.'

Thereafter, it remained Hadhrat Ji-rua's practice to spend one month every year at Langar Makhdoom. By this time although Hadhrat Ji-rua had been granted permission to give Tawajjuh, Hadhrat Sultan ul Arifeen kept the affairs of the Silsilah firmly under his own control. On his return to Chakrala, Hadhrat Ji-rua again resumed his discourses and religious instructional activities at the Chitti Masjid.

Third Marriage

Hadhrat Ji-rua was married for the first time in 1921-22 which ended in a divorce around 1925, just before he embarked on his education. In 1934-35 after the completion of his academic phase he remarried, and was

HAYAT-E TAYYEBAH

The Longing Traveller

Chapter 5

Hadhrat Ji rua went to visit his old teacher at Chak no. 10 Sargodha for religious discussion as per custom in 1942; however this was to be his last journey into realm of factual learning and a prelude to a lasting spiritual experience. It was during this journey when Hadhrat Ji-rua went in search of his teacher's bulls to Langar Makhdoom which led to his meeting Hadhrat Abdur Raheem-rua. Then the heavens witnessed the young debater who moments before had fiercely exhibited his talents denying the possibility of speech with the dead, offering his submission unreservedly at the grave of Hadhrat Allah Din Madni-rua.

Looking back, Hadhrat Ji-rua mentioned his journey to Langar Makhdoom in search of the bulls numerous times, but the succeeding events changed the course of his life so dramatically that the mention of the bulls became irrelevant. Did Hadhrat Ji-rua succeed in finding the bulls? This question was never answered by Hadhrat Ji-rua it nor did anyone think it necessary to ask because the proceeding chapter of his life was so fascinating and inspiring that the search for the bulls became lost in the process. Just as Hadhrat Musa-as's search for fire, as stated in the Holy Quran, is a preamble for his call to prophet hood; in the same way Hadhrat Ji-rua's search for the bulls is the preface on the chapter of Tasawwuf and Sulook in his Book of Life.

Although Hadhrat Ji-rua did not feel like leaving Langar Makhdoom, nevertheless as it was necessary to return and relate the events to his teacher; reluctantly he went back. He reached Chak no. 10 and narrated the events of his journey to his teacher and then proceeded to Chakrala to settle his family affairs so that he could return as soon as possible to Maulana Abdur Raheem-rua. Arriving here, he settled all matters relating to farming, made arrangements for the provision of necessities for his family and turned back to Langar Makhdoom.

This was Hadhrat Ji-rua's second period of stay at Langar Makhdoom. Previously he had resided here for some time during 1925-30 when he was a student. This time around his stay was fairly long, during which he was taught the initial lessons of Sulook at the Mazaar of Hadhrat Sultan ul Arifeen-rua. After a while he was given permission to return to Chakrala to attend to his family and land affairs. On returning to Langar Makhdoom he was informed that he would be required to stay for a long duration. In accordance with the wishes of his Shaikh he remained in Langar Makhdoom for one year, after which he was allowed to go to Chakrala for one month. In Chakrala, as per usual, Hadhrat Ji-rua made provisions for his family for one year, gave instructions to his land tenants and returned to Langar Makhdoom.

Hadhrat Ji-rua resided in Langar Makhdoom continuously for 3 years; however, each year he was granted a month's leave to go back to attend to family and personal matters. This three year stay at Langar Makhdoom was a continuous spiritual journey for him on the Path spent in the company and under the tutelage of Sultan ul Arifeen Hadhrat Allah Din Madni-rua.

Rooh is a traveller on a Path, which originates in Alam-e Amr (Realm of Command) and to gauge its speed is beyond human knowledge or intellect. This assessment can only be made by someone whose Rooh is also progressing on this Path by the Grace of Allah and who is aware of the meaning of 'the speed of the Rooh'. As far Hadhrat Ji-rua's illustrious Rooh is concerned, it is impossible to estimate or guess its speed. all one can express is a sense of astonishment.

MONTHLY

Al-Murshid

قد أفلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the name of his Rabb. And then prays.

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ (الحديث)

He Who does zikr allah and who does not zikr allah are like the living and the dead.

Oneness of Allah comes first. Just like Allah is one and only. To seek Him the Seeker's intention should be unified, clear and pure.

Ameer Muhammad Akram Awan

July 2010

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE